قال اللہ تعالیٰ

قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ

تَنْوِیْرُ الْأَبْصَار

فی

حُبِّ سَیِّدِ الْأَبْرَارِ وَاتِّبَاعِ النَّبِیِّ الْمُخْتَارِ صلی اللہ علیہ وسلم

یعنی

محبّت و اتّباع کا تلازم اور وجوب

مُرتّب

محمّد اقبال مدینہ منورہ

مکتبۃ الشیخ

۳/ ۳۶۷۔ بہادر آباد، کراچی

مکتبۃ الشیخ

بیاد

قطب العالم، برکۃ العصر، شیخ الحدیث، عارفِ کبیر حضرت مولانا محمد زکریا صاحب
کاندھلوی ثم مہاجر مدنی قدس اللہ سرہٗ

مکتبہ نے حضرت شیخ رح کی خود اپنی اور حضرت کی پسند فرمودہ
تصانیف کی طباعت کا آغاز کیا ہے۔

اہم مضامین

① محبت شرعیہ کا وجوب۔ محبت باطلہ کی مذمت اور محبتِ بدعیہ کی اصلاح کی کوشش میں افراط وتفریط کی مذمت۔

② آداب وعظمت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اہمیت میں قرآن وسُنت کی آیات و روایات۔

③ آداب وعظمت کے بارہ میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وسلف صالحین رحمہم اللہ کا عمل بیان کیا گیا ہے۔

جس کے پڑھنے سے

انشاء اللہ برعایت طریق سُنت محبت کی زیادتی ہوگی اور محبت سے قیامت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت اور شفاعت نصیب ہوگی اور زیادتی محبت سے اتباعِ سُنت کی توفیق ہوکر اللہ تعالیٰ کی محبوبیت حاصل ہوگی۔

ایسی مقبول اور معتبر محبت

ہم ان سے سیکھیں جن کو اللہ تعالےٰ نے اپنے
پیارے کی محبت کے لئے چُن لیا۔

(رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ)

ارشادِ گرامی

سرتاج العارفین حضرت مولانا سیّد محمد بدرِ عالم مہاجر مدنیؒ

جو لوگ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو خدائی عظمت دیکر خوش کرنا چاہتے ہیں۔ وہ درحقیقت اس کی ناراضگی خرید رہے ہیں اور جو محروم القسمت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اُدب بھی نہیں جانتے۔ وہ دراصل اپنے خدا کا غصہ مول لے رہے ہیں۔

(حاشیہ ترجمان السنۃ ص ۳۷۸)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اس رسالہ کے متعلق

مولانا سلیم اللہ خان صاحب ناظم اعلیٰ وفاق المدارس پاکستان کی رائے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ۔

ہمارے محترم ومکرم محب ومحبوب جناب صوفی محمد اقبال صاحب مہاجر مدنی دامت برکاتہم نے محبت واتباع کے تلازم پر جو رسالہ تحریر فرمایا ہے۔ موصوف کے حکم پر اس کے مطالعہ کی سعادت سے بہرہ اندوز ہوا۔ واقعی رسالے کے مضامین مین خاص اثر اور جاذبیت محسوس ہوئی اور اپنی اصلاح کے لئے قلب مین خاص تقاضہ محسوس ہونے لگا۔ اللہ تعالیٰ اس کو باقی رکھیں اور اصلاح کی توفیق عنایت فرمائیں۔ امید ہے کہ اس رسالہ کو پڑھنے سے انشاء اللہ تعالیٰ قارئین کو بہت فائدہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ سے بھی دعا ہے کہ اس کی نافعیت کو عام وتام فرمائیں۔

فقط

سلیم اللہ خان

۸/۴/۱۴۰۷ھ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمد للہ رب العالمین الذی من علی المومنین اذ بعث فیہم رسولاً من انفسہم والصلوٰۃ والسلام علیٰ حبیبہ الذی قال أنا سیّد ولد آدم ولا فخر و علیٰ آلہٖ واصحابہٖ واتباعہ إلیٰ یوم الدّین ۔

آج مورخہ ۳، رجب ۱۴۰۶ھ بوسہ گاہِ عالم روضۃ من ریاض الجنۃ میں جو بروئے حدیث جنت کی کیاریوں میں سے ہے۔ اس مُبارک رسالہ کو شروع کیا۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور اُمت کے لئے نافع فرمائے۔ اپنی اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت سے لکھنے والے اور ناظرین کو اپنے فضل سے نواز کر اپنی رضامندی اور اپنے پاک رسول کی تابعداری نصیب فرمائے۔ آمین!

سبب تالیف

اس وقت احقر کی عمر کا سنہ ہجری کے حساب سے چونسٹھواں (۶۴) سال چل رہا ہے۔ بلوغت کے بعد سے آدھی عمر پاک و ہند میں اور نصف سعودی عرب میں گزر گئی، دونوں جگہ مسلمانوں کے مختلف فرقوں سے واسطہ پڑا۔ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اُن کی تعظیم و اُدب کے متعلق عوام الناس کو بہت بڑے مغالطہ میں پایا۔ کچھ لوگوں نے حُبِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دلکش و باعظمت عنوان

سے ایسے عقائد و رسومات کو رواج دیا۔ جن میں شرک و بدعت اور جہالت و گمراہی صاف پائی جاتی ہے اور ظاہر ہے کہ شرک و بدعت کی باتیں چاہے جس عنوان اور جس نیت سے کی جائیں۔ وہ اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا و خوشنودی کی بجائے اُن کی نافرمانی اور ایذاء ہی کا باعث ہوں گی۔ جیسا کہ شرک و بدعت اور بدعتیوں اور خرافیوں کی مذمت میں قرآن و حدیث کی نصوص سے واضح ہے اور حُبِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہر مسلمان میں ہونا تو مسلّم ہے، لیکن مخلص عوام کی ایک بڑی تعداد جو علم سے بے بہرہ اور سادہ لوح ہے۔ وہ ان خرافات و بدعات میں اپنے حبِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نیک جذبہ کے تحت کثرت سے مبتلا ہے، حالانکہ ان خرافات و بدعات میں بعض تو ایسی ہیں جو شرک و ایذاء رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حد تک پہنچ جاتی ہیں۔ ایسی محبت بالکل باطل ہے اور بعض رسومات ایسی ہیں جن میں فی نفسہ شرک وغیرہ کی قباحت نہیں ہے، لیکن اُن کو کتاب و سنت کی دلیل کے بغیر عبادتِ مقصودہ سمجھ کر حُبِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے جذبہ سے کیا جاتا ہے تو ایسی محبّت، محبّت بدعیہ و نامرضیہ کہلائے گی۔ جس کی اصلاح ضروری ہے اس گروہ کی اکثر رسومات ایک تو خواہشات نفس کی موافقت کرتی ہیں۔ دوسرے شیطان کے لئے دیگر گناہوں کی نسبت بدعات کو مزیّن کر کے دکھانا زیادہ آسان ہوتا ہے۔ لہٰذا نفس و شیطان دونوں مل کر شرکیہ اور بدعی افعال کو اَدب و تعظیم اور حُبِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے خُوب رواج دیتے ہیں۔ اِن ناجائز اُمور کے مرتکب صاحبِ علم اور متبع سنت حضرات تو نہیں ہو سکتے۔ علماء سوءؔ اور جاہل عوام ہی میں ان بدعات کا شیوع ہے، جو اپنی زندگی میں اپنی حرکات و سکنات میں، شکل و صورت میں اور اعمال و عادات میں شریعت و سنت کے پابند

نہیں ہوئے۔ مثلاً داڑھی منڈانا یا کٹانا، ٹخنوں سے نیچے لباس پہننا، نماز و عبادات کی پابندی اور قرآن و حدیث کے علم سے دُور رہنا، قبر پرستی، پیر پرستی رقص و سرود کی محفلیں منعقد کرنا وغیرہ اور ان خرافات میں عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم طریقت، علم باطن وغیرہ کا نام اس کثرت اور جوش و خروش سے لیتے ہیں کہ عوام مخلصین کے ذہن میں یہی طبقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنے والا سمجھا جانے لگا۔ حتیٰ کہ بعض اہلِ حق بھی ان کو بطور اکرام مسلم محبین کے نام سے پُکارنے لگے۔ حالانکہ سنت و شریعت کی مخالفت ان کا شعار ہے اور یہ حضرات شکل وصورت وغیرہ میں سنت و شریعت کی مخالفت ہی سے پہچانے جاتے ہیں مگر اس گروہ میں کوئی صاحب ظاہر شریعت و سُنت کے پابند ہوں تو اُن کی اس خصوصیت کو بہت ہی عجیب سمجھا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ دیکھو جی! فلاں صاحب بزرگ اور عاشق رسول ہونے کے باوجود باشرع بھی ہیں۔ گویا محبت رسول اور اتباعِ رسول میں نعوذ باللہ تضاد ہے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

دوسرا گروہ اہل علم مشائخ کاملین متبع سنت اور حقیقی محبان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہے۔ جن کے لئے ان خرافات اور بدعی امور کا رُد کرنا ضروری ہے اور بُرائی جتنی سخت ہو اس کا رُد بھی اتنی ہی سختی سے کرنا پڑتا ہے۔ چنانچہ شرع شریف میں شرک و بدعت اور بدعملیوں کی جتنی سخت مذمت آئی ہے اسکو اسی سختی سے ظاہر کیا جانا چاہیئے اور ان خرافات کے آنے کے راستوں اور اسباب سے پرہیز کرانا چاہیئے اور یہ علماءِ حق کا فریضہ ہے۔

لیکن افسوس کہ اس محترم گروہ کے عوام جو علم میں ناقص اور ردِّ بدعت کے مبارک جذبہ میں سخت ہوتے ہیں۔ وہ جہاں کہیں بھی ادب و تعظیم اور حُبِّ رسول

کا نام سُنتے ہیں یا کوئی ایسا کام دیکھتے ہیں جس میں محبّت و ادب پایا جائے تو اس کام کو شرک اور اس کے کرنے والے کو فوراً بدعتی و خرافی سمجھ لیتے ہیں، جبکہ خود بدعت و سُنت کی تعریف سے اور اس بارہ میں سلف صالحین کی آراء اور عمل سے جاہل ہوتے ہیں۔ حالانکہ شرع کے مطابق ادب و تعظیم اور محبت کرنے والا حقیقی مُتبع سُنت اور شرک و بدعت سے نفرت کرنے والا ہوتا ہے اور ادب و تعظیم و "حُبِّ رسول" میں کمی کرنے والا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات کا نافرمان ہوتا ہے یا کم از کم دوسروں کے بارہ میں بدگمانی اور بہتان کے جرم کا مرتکب ہوتا ہے۔ لہٰذا ضرورت ہے کہ دونوں طبقوں کے مخلص ناواقفوں کی خاطر حُبِّ رسول کے متعلق کتاب و سنت کے واضح احکامات اس کی اہمیّت اور اس پر عمل کا طریقہ مختصر طور پر ایسا لکھا جائے جس میں کسی طبقہ کو انکار یا شک کی گنجائش نہ رہے۔ اس کے لئے صرف محکم آیاتِ قرآنیہ اور صحیح حدیثیں ہی درج کی جائیں گی مضمون کو رنگین یا مؤثر بنانے کی خاطر موضوع روایات یا بے سند قصص سے بالکل پرہیز کیا جائے گا۔ کیونکہ اس بارہ میں صاف اور صریح احکام اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا عمل ہی بہت کافی و شافی ہے۔

دعا ہے کہ اللہ پاک اپنے فضل سے پہلے گروہ کے مخلصین کی ناقص محبت کو کامل کر دے اور دوسرے گروہ کو سچے محبّانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بدگمانی سے بچائے اور تمام ناظرین کو اپنی رضا و محبّت سے نوازے۔ آمین!

محبّتِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)

محبت کے کئی اسباب ہوتے ہیں۔ ایک تو تعلق کی وجہ سے طبعی محبت ہوتی ہے۔ اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم

پر ایمان لانے سے جو ایک تعلق ہو جاتا ہے۔ اس کی وجہ سے ایک درجہ محبت کا تو ہر مومن میں پایا جانا ضروری ہے، کیونکہ یہ ایمان کے لئے لازم ہے اگرچہ ضعیف ہو اور اتباع کے لئے مؤثر نہ ہو، مگر یہ محبت جڑ اور بنیاد کے طور پر ہے۔ اسی کو دوسرے اسباب محبت کے ساتھ بڑھایا جا سکتا ہے اور جن دیگر اسباب کی وجہ سے محبت پیدا ہوتی ہے۔ وہ تین ہیں۔ ایک کمال و عظمت محبوب دوسرا حسن و جمال محبوب تیسرا اعطاء و احسان محبوب۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مقدسہ میں تینوں وصف بدرجۂ کمال پائے جاتے ہیں۔ جب یہ تینوں وصف آپ میں جمع ہیں، اور ہر مسلمان کو ایک درجہ محبت کا پہلے سے حاصل ہے تو اس کا طبعی مقتضا یہ تھا کہ کسی شرعی حکم کے بغیر بھی آپ کے ساتھ اعلیٰ درجہ کی محبت ہوتی اور جب کہ نصوص شرعیہ بھی اس محبت کو واجب کرتے ہیں تو عقلی و طبعی تقاضہ کے ساتھ شرعی مطالبہ بھی مل کر آپ کے ساتھ محبت کے وجوب کو بہت ہی مؤکد کر دیتا ہے اور محبت کے لوازمات میں سے محبوب کا اتباع ہے اور یہ ایسا لازم و ملزوم ہے کہ اس کے بغیر کسی محبت کا اعتبار ہی نہیں، بلکہ وہ باطل محبت ہے۔ جس درجہ کی محبت ہو گی۔ اسی درجہ کا اتباع لازمی ہے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کمال درجہ کی محبت عقلاً اور شرعاً واجب ہے تو اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی علیٰ سبیل الکمال واجب ہو گا، بلکہ عشق کا دوسرا نام ہی اطاعت علیٰ وجہ الکمال ہے۔ اسی کو بیان کرنا اس رسالہ کا اصل مقصود ہے۔ ہم اس کو پانچ فصلوں اور ایک خاتمہ میں بیان کرتے ہیں۔

فصل اوّل میں نازش عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا کمال اور اللہ تعالیٰ کے یہاں

ان کے مقام کی عظیم الشان قدر و رفعت۔

فصل دوم میں حبیب و محبوب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذاتی حسن و جمال میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اقوال۔

فصل سوئم میں نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کا پورے عالم پر عموماً اور اپنی اُمت پر خصوصاً عطاء و احسان اور دلسوزی۔

فصل چہارم میں سیّد الکونین و فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت و اُدب و احترام کرنے کی کتاب و سنت سے نصوص۔

فصل پنجم میں محسن اعظم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کے تقاضے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اُمت پر حقوق جس میں آداب کی اہمیت بے ادبی اُور حقوق میں کوتاہی کی مذمت بھی ذکر کی گئی ہے۔

○

فصل اوّل

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات اور اللہ تعالیٰ کے یہاں اُن کی قدر و منزلت و رفعت شان کے بیان میں۔

اللہ رب العالمین نے سیدالانبیاء والمرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو ہر خیر و خوبی اور جملہ کمالات اور محاسن کا جامع بنایا ہے اور خدا کی خدائی، یکتائی اور کبریائی کے بعد جو صفات کمال بھی بشر کو عطا کی جا سکتی ہیں، ان سب کو جسدِ اطہر میں ودیعت رکھ کر اپنے کمالات کا پورا پورا مظہر بنایا ہے اور کائنات کے تمام محاسن و کمالات کو سمیٹ کر خلاصۂ کائنات میں جمع فرما دیا۔ ؏

کائناتِ حسن جب پھیلی تو لامحدود تھی
اور جب سمٹی تو تیرا نام بن کر رہ گئی

اب عالم میں ہر خیر و خوبی یہیں سے تقسیم ہوتی ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں ہے:

"اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰہُ یُعْطِی"

"یعنی بے شک میں تو تقسیم کرنے والا ہوں اور اللہ تعالیٰ عطا فرمانے والے ہیں"

یہاں بے شمار خصائص اور کمالات میں سے چند ایک بیان کئے جاتے ہیں:

① خود ارشاد فرمودہ خصائص

ایک حدیث پاک میں ایک موقعہ کی مناسبت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چند اپنے خصائص خود بیان فرمائے:

ارشاد فرمایا غور سے سنو میں اللہ کا حبیب ہوں اور اس پر کوئی فخر نہیں کرتا اور قیامت کے دن حمد کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہوگا اور اس جھنڈے کے نیچے (حضرت) آدم اور سارے انبیاء علیہم السلام ہوں گے اور اس پر کوئی فخر نہیں کرتا اور قیامت کے دن سب سے پہلے میں شفاعت کرنے والا ہوں گا اور سب سے پہلے جس کی شفاعت قبول کی جائے گی، وہ میں ہونگا اور اس پر بھی میں کوئی فخر نہیں کرتا اور سب سے پہلے جنّت کا دروازہ کھلوانے والا میں ہوں گا اور سب سے پہلے جنت میں مَیں اور میری اُمت کے فقراء داخل ہوں گے اور اس پر بھی کوئی فخر نہیں کرتا اور میں اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ مُکرّم ہوں۔ اوّلین و آخرین میں اور کوئی فخر نہیں کرتا۔

مشکوٰۃ کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ:

”حبیب اللہ کا لقب سب سے اُونچا ہے اور وہ اللہ کا محبوب ہونا ہے۔ ایک خاص محبت کے ساتھ جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہی مخصوص ہے۔“

علماء نے لکھا ہے کہ:

”سیّد الکونین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لئے ایک مقام یہ بھی ہے کہ شفاعت کے میدان میں عرشِ معلّٰے کے دائیں جانب ہوں گے۔ جس پر اولین و آخرین سب کو رشک ہوگا۔“

حدیث شریف میں ہے کہ:

"عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاُکسیٰ حُلّۃً مِن حُلَلِ الجَنّۃِ ثمّ اَقُوْمُ عن یمینِ العَرْشِ لیس احدٌ مِنَ الخلائق یقُوْمُ ذالك غَیْرِی۔" (رواہ الترمذی)

۲ رحمۃ للعالمین ہونا | اللہ تعالےٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا:

اس رحمت عامہ میں مومن کافر اور ساری مخلوق شامل ہے اور مومنین کے لئے خاص طور پر رؤف و رحیم بنایا۔

خالق کائنات کا ارشاد ہے۔ وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رحمۃً لِّلْعٰلَمِیْن عالمین عالم کی جمع ہے۔ جس میں ساری مخلوقات انسان، جن، حیوانات، جمادات سب ہی داخل ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ان سب چیزوں کیلئے رحمت ہونا اس طرح ہے کہ تمام کائنات کی حقیقی روح اللہ کا ذکر اور اس کی عبادت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جس وقت زمین سے یہ رُوح نکل جائے گی اور (از روئے حدیث) زمین پر کوئی اللہ اللہ کہنے والا نہ رہے گا تو ان سب چیزوں کو موت یعنی قیامت آجائے گی اور جب ذکر اللہ و عبادت کا ان سب چیزوں کی رُوح ہونا معلوم ہوگیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ان سب چیزوں کے لئے رحمت ہونا خود بخود ظاہر ہوگیا۔ کیونکہ اس دنیا میں قیامت تک ذکر اللہ اور عبادت آپ ہی کے دم قدم اور تعلیمات سے قائم ہے۔ اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"إنّما أنا رحمۃٌ مُھداۃٌ"

"یعنی میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجی ہوئی رحمت ہوں"

(اخرجہ ابن عساکر عن ابی ہریرۃ)

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أنا رحمة مہداة برفع قوم وخفض آخرین۔"

"یعنی میں اللہ کی بھیجی ہوئی رحمت ہوں تاکہ (اللہ کے حکم ماننے والی) ایک قوم کو سربلند کردوں اور دوسری قوم (جو اللہ کے حکم ماننے والی نہیں) کو پست کردوں۔" (ابن کثیر، کذافی معارف القرآن)

اسی حدیث پاک کی تشریح ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے یوں فرمائی کہ:

"میں اللہ تعالیٰ کی وہ رحمت ہوں، جس کو اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو تحفہ کے طور پر عطا فرمایا ہے۔ جس نے اللہ تعالیٰ کا یہ ہدیہ قبول کیا وہ کامیاب ہو جائے گا اور جس نے قبول نہ کیا، وہ ذلیل اور خوار ہوگا۔" (مرقاۃ)

اسی عنوان سے دورِ حاضر کے محدّثِ کبیر علامہ انور شاہ کاشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے دربارِ رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم میں جو منظوم خراجِ عقیدت پیش کیا ہے اسی کے چند ایمان افروز اشعار با ترجمہ ہدیۂ ناظرین ہیں

① اے آں کہ ہمہ رحمت مہداۃ قدیری — باراں صفت بحر سمت ابر مطیری
② معراجِ تو کرسی شدہ و سبعہ سماوات — فرش قدمت عرش برین سدرہ سریری
③ بر فرقِ جہاں پایہ پائے تو شدہ ثبت — ہم صدر کبیری تو و ہم بدر منیری
④ ختم رسل و نجم سُبل صبح ہدایت — حقا کہ نذیری تو والحق کہ بشیری
⑤ آدم بصفِ محشر و ذریتِ آدم — در ظلِّ لوایت کہ امامی و امیری

① ترجمہ اشعار: اے وہ ذات جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدیۂ رحمت ہے۔ بارش

کی طرح، سمندر کی طرح بے پایاں، اور برسنے والا بادل ہے۔

② آپ کی معراج کرسی اور سات آسمان اور عرش آپ کے قدم کے نیچے فرش اور آپ کا تخت سدرۃ المنتہیٰ ہوا۔

③ سارے جہان کی پیشانی پر آپ کا قدم ثبت ہے۔ آپ سب سے بڑے صدر ہیں اور چودھویں رات کا چمکنے والا چاند بھی۔

④ آپ خاتم المرسل ہیں، ہدایت کے ستارے ہیں، ہدایت کی صبح ہیں۔ حق یہ ہے کہ آپ نذیر بھی ہیں اور بشیر بھی۔

⑤ حضرت آدم علیہ السلام اور اُن کی سب اولاد قیامت کے دن آپ کے جھنڈے کے تلے ہوں گے کہ آپ امام الانبیاء ہیں اور اس مُقدّس جماعت کے امیر بھی۔

(ف) ہر نبی علیہ السلام کو بشر ہونے کے باوجود مافوق البشر خصوصیات عطا کی جاتی ہیں، بالفاظ حضرت علّامہ سیّد سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ:

"جس طرح ہمارا نفس اور ہماری رُوح یا ہمارے جسم کی پُراسرار مخفی قوت ہمارے کالبد خاکی پر حکمران ہے اور ہمارے اعضاء اور جوارح اس کے ایک ایک اشارہ پر حرکت کرتے ہیں۔ اسی طرح نبوت کی روحِ اعظم اذنِ الٰہی سے سارے عالمِ جسمانی پر حکمران ہو جاتی ہے اور رُوحانی دنیا کے سُنن و اصول عالم جسمانی کے قوانین پر غالب آ جاتے ہیں، اس لئے وہ چشم زدن میں فرشِ زمیں سے عرشِ بریں تک عروج کر جاتی ہے، سمندر اس کی ضرب سے تھم جاتا ہے، چاند اس کے اشارے سے دو ٹکڑے ہو جاتا ہے، اس کے ہاتھوں کی دی ہوئی چند روٹیاں ایک عالم کو سیر کر دیتی ہیں، اس کی اُنگلیاں

پانی کی نہریں بہاتی ہیں، اس کے نفس پاک سے بیمار تندرست ہو جاتے ہیں اور مُردے جی اُٹھتے ہیں، وہ تنہا مٹھی بھر خاک سے پوری فوج کو تہ و بالا کر سکتا ہے۔ کوہ، صحرا، بحر و بر، جاندار اور بے جان بحکم الٰہی سب اُس کے آگے سرنگوں ہو جاتے ہیں۔"

(سیرت النبی، ج ۳، ص ۴)

(ف) قرآن و حدیث اور اجماع اُمت کی روشنی میں اسلام کا نبوت کے بارہ میں وہی عقیدہ ہے جو سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا۔

③ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر قربان آپ کا عالی مرتبہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس قدر اُونچا ہوا کہ آپ کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا۔

چنانچہ ارشاد ہے کہ:

"مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ"

"یعنی جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔"

④ اللہ تعالیٰ نے آپ کی بیعت کو اپنی بیعت قرار دیا

ارشاد ہے اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ۔ الآیہ۔

"یعنی بے شک جو لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کرتے ہیں (وہ حقیقت میں) اللہ تعالیٰ سے بیعت کرتے ہیں۔"

⑤ اللہ تعالیٰ نے اپنے پر ایمان لانے کیساتھ اپنے رسول پر ایمان لازم قرار دیا

ارشاد ہے کہ :

"یا ایہا الذین آمنوا آمنوا باللہ و رسولہ" الآیہ

"یعنی اے ایمان والو یقین لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر۔

⑥ اللہ تعالیٰ نے آپکی اتباع کو اپنی محبت کی علامت قرار دیا اور متبع کے لئے اپنے

محبوب اور محب ہونے کا موجب قرار دیا اور اس کے گناہوں کے معاف کر دینے کا اعلان فرما دیا۔ ارشاد ہے کہ :

"قل إن کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ و یغفر لکم ذنوبکم واللہ غفور الرحیم"

"یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اُمت سے کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو میرا اتباع کرو، اللہ جل شانہٗ تمہیں محبوب بنالے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ تعالیٰ غفور الرحیم ہے"

⑦ آپ کا علو شان اللہ کے نزدیک ایسا ہے کہ آپ اگرچہ زمانہ کے اعتبار سے آخر میں آئے

لیکن انبیاء علیہم السلام کی میثاق میں آپ کو سب سے پہلے ذکر کیا گیا اور تمام انبیاء علیہم السلام سے آپ کی نبوت اور رسالت کی تصدیق کا عہد لیا گیا۔

ارشاد ربانی ہے :

"وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِیّٖنَ مِیْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّ اِبْرَاهِیْمَ۔ الآیہ۔

اور ارشاد باری تعالےٰ ہے کہ:

"وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَا آتَیْتُكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ" الآیہ۔

علامہ تقی الدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

"آیت کریمہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جو کچھ عظمت اور قدر و منزلت بیان کی گئی ہے۔ وہ عیاں ہے اور اس میں بتایا گیا ہے کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے زمانہ میں مبعوث ہوں تو وہ تمہارے لئے بھی اللہ کے رسول ہیں۔ بس آپ کی رسالت اور نبوت حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر آخر قیامت تک تمام مخلوق کے لئے عام ہوگئی اور تمام انبیاء سابقین اور ان کی اُمتیں آپ کی اُمت میں شامل ہوگئیں۔ چنانچہ ارشاد نبوی ہے "بعثت إلی الناس کافة" میں تمام لوگوں کی طرف بھیجا گیا ہوں اور یہ آپ کے بعد قیامت تک آنے والے لوگوں کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ آپ سے پہلے جو لوگ گزرے ہیں۔ ان کو بھی مشتمل ہے (مواہب) غرض ابتداء آفرینش سے لے کر اختتام دُنیا تک رُشد و ہدایت اسی شمع ہدایت سے تقسیم ہوئی اور پوری دنیا اور ساری مخلوق میں نور محمدی نے اُجالا کیا اور اسی واحد ذریعہ سے نور ہدایت کی شعاع نمودار ہوئی۔"

۸) آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیّین ہیں | اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔ "ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین"

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"أنا خاتم النبیین لا نبی بعدی"

"یعنی میں خاتم النبیّین ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا"

۹) اللہ تعالےٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث فرمانے کو بطور احسان کے ذکر فرمایا

لیکن اس طرح دیگر انبیاء علیہم السلام کے بارہ میں نہیں فرمایا۔ ارشاد ہے کہ:

"لقد من اللہ علی المومنین اذ بعث فیہم رسولاً" الآیہ۔

"یعنی اللہ تعالیٰ نے احسان کیا۔ مومنین پر جو بھیجا۔ ان میں رسول ان ہی میں کا"

۱۰) منجملہ کمالات نبویہ عظیمۃ الشان کے واقعہ معراج شریف کا ہے | جس کے متعلق قرآن پاک میں ہے:

"سبحان الذی اسری بعبدہ لیلاً من المسجد الحرام الی المسجد الاقصی الذی بارکنا حولہٗ لنریہ من آیاتنا انہٗ ھوالسمیع البصیر۔

ترجمہ: پاک ذات ہے وہ جو لے گیا اپنے بندہ کو راتوں رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک جس کو گھیر رکھا ہے۔ ہماری برکت

نے تاکہ دکھلائیں اس کو کچھ اپنی قدرت کے نمونے وہی ہے سننے والا دیکھنے والا۔"

معراج شریف کے واقعہ کی تفصیل بہت طویل ہے جو کہ مشہور خاص و عام ہے۔ اختصار کے پیشِ نظر یہاں درج نہیں کی جاتی، لیکن اس کی اہمیت میں قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

"حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل میں معراج کی کرامت (معجزہ) بہت ہی اہمیت رکھتی ہے اور بہت سے فضائل کو شامل ہے مثلاً اللہ جلّ شانہٗ سے سرگوشی اللہ تعالیٰ شانہٗ کی زیارت انبیاء کرام کی امامت اور سدرۃ المنتہیٰ تک تشریف بری و ماراٰی من آیات ربہ الکبریٰ کہ اس جگہ اللہ جلّ شانہٗ کی بڑی بڑی نشانیوں کی سیر یہ معراج کا قصّہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں سے ہے اور اس قصہ میں جتنے درجات رفیعہ جن پر قرآن پاک اور احادیث صحیحہ میں روشنی ڈالی گئی ہے۔ یہ سب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات ہیں۔"

اسی طرح دیگر معجزات شق القمر وغیرہ بے شمار ہیں۔ ایک قرآن پاک ہی کی ہر آیت مستقل معجزہ ہے۔

(۱۱) منجملہ معجزات کے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا نبی اُمّی ہونا ہے

نبی اُمّی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا خاص لقب ہے اور یہ لقب آپ کا توراۃ، انجیل اور تمام آسمانی کتابوں میں ذکر کیا گیا ہے۔ آپ کو نبی اُمّی کیوں

کہا جاتا ہے۔ اس میں علماء کے بہت سے اقوال ہیں۔ مشہور قول یہ ہے کہ اُمّی ان پڑھ کو کہتے ہیں کہ جو لکھنا پڑھنا نہ جانتا ہو اور یہ چونکہ اہم ترین معجزہ ہے کہ جو شخص لکھنا پڑھنا نہ جانتا ہو۔ وہ ایسا فصیح و بلیغ قرآن پاک لوگوں کو پڑھائے غالباً اس معجزہ کی وجہ سے کتب سابقہ میں بھی اس لقب کو ذکر کیا گیا ہے۔ ع

یتیمے کہ ناکردہ قرآن درست　　　کتب خانۂ چند ملت بشست

ترجمہ : وہ یتیم کہ جس نے پڑھنا بھی نہ سیکھا ہو۔ اس نے کتنے ہی مذہبوں کے کتب خانے دھو دیئے ہیں، یعنی منسوخ کر دیئے۔

نگار من کہ بمکتب نہ رفت و خط نوشت　　　بغمزہ مسئلہ آموز صد مدرس شد

ترجمہ : یعنی میرا محبوب جو کبھی مکتب نہیں گیا تھا۔ لکھنا بھی نہیں سیکھا وہ اپنے اشاروں سے سینکڑوں مدرسوں کا معلم بن گیا۔

(۱۴) اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کا آپ پر درُود بھیجنے کے استمرار کا اعزاز

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ : ان اللہ وملائکتہٗ یصلون علی النبی ۔　　　الآیہ۔

"بیشک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں۔ اُن پیغمبر (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر۔

عربی دان حضرات جانتے ہیں کہ آیتِ شریفہ کو لفظ (اِنّ) کے ساتھ شروع فرمایا جو نہایت تاکید پر دلالت کرتا ہے اور صیغۂ مضارع کے ساتھ ذکر فرمایا جو استمرار اور دوام پر دلالت کرتا ہے، یعنی یہ قطعی چیز ہے کہ اللہ اور اس کے فرشتے ہمیشہ درُود بھیجتے رہتے ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر۔

علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ :

"آیت شریفہ مضارع کے صیغہ کے ساتھ جو دلالت کرنے والا ہے استمرار اور دوام پر دلالت کرتی ہے۔ اس بات پر کہ اللہ اور اُس کے فرشتے دُرود بھیجتے رہتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر۔ صاحب روح البیان لکھتے ہیں کہ بعض علماء نے لکھا ہے کہ:

"اللہ کے دُرود بھیجنے کا مطلب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو مقامِ محمود تک پہونچانا ہے اور وہ مقامِ شفاعت ہے اور ملائکہ کے دُرود کا مطلب ان کی دُعا کرنا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیادتیٔ مرتبہ کے لئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کے لئے استغفار کرنا ہے اور مؤمنین کے دُرود کا مطلب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصافِ جمیلہ کا تذکرہ اور تعریف۔

اللہ تعالےٰ نے یہ اعزاز و اکرام جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمایا ہے اس اعزاز سے بڑھا ہوا ہے۔ جو حضرت آدم علیٰ نبینا و علیہ السلام کو فرشتوں سے سجدہ کرا کر عطا فرمایا تھا۔ اس لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اعزاز و اکرام میں اللہ جلّ شانہٗ خود بھی شریک ہیں۔ بخلاف حضرت آدم علیہ السلام کے اعزاز کے کہ وہاں صرف فرشتوں کو حکم فرمایا۔ ؏

يصلى عليه الله جل جلالـه

بهذا بدا للعالمين كماله

"یعنی آپ پر تو خود اللہ جلّ جلالہٗ دُرود بھیجتے ہیں۔ اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا شرف و کمال تمام جہان والوں پر ظاہر ہوتا ہے۔"

فائدہ مہمہ اور مسئلہ حیات النبیؐ صلی اللہ علیہ وسلم

بلا شبہ صلوٰۃ وسلام کا یہ بہت بڑا امتیاز ہے اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام محبوبیت کے خصائص میں سے ہے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے خصائص میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اگرچہ دیگر انبیاء اور ملائکہ علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لئے بھی استقلالاً صلوٰۃ وسلام پڑھنا جائز ہے۔ مگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنے کے جو فضائل ہیں۔ وہ دوسروں کے لئے وارد نہیں ہیں ان مخصوص فضائل کی تفصیل جو صحیح احادیث میں آتی ہے۔ اُن کو حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہٗ نے محبت سے لبریز ہو کر اپنے رسالہ فضائل درود شریف میں تحریر فرمایا ہے حصول مقصد کے لئے اس کا ضرور مطالعہ کیا جائے۔ حضرت (اس میں) روایاتِ احادیث نقل کرنے کے بعد علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل فرماتے ہیں کہ :

"ان احادیث میں اس عبادت (یعنی درود شریف) کی شرافت پر بیّن دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کا درود، درود پڑھنے والے پر دس گُنا ہوتا ہے اور اس کی نیکیوں میں اضافہ ہوتا ہے، گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے، درجات بلند ہوتے ہیں۔ پس جتنا بھی ہو سکتا ہے سیّد السادات اور معدن السادات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر درود کی کثرت کیا کر۔ اس لئے کہ وہ وسیلہ ہے مسرّات کے حصول کا اور ذریعہ ہے۔ بہترین عطاؤں کا اور ذریعہ ہے۔ مضرّات سے حفاظت کا اور تیرے لئے ہر اس درود کے بدلہ میں جو تو پڑھے۔ دس درود ہیں۔ جبّار الارضین والسمٰوات کی طرف سے اور درود ہے۔ اس کے

ملائکہ کرام کی طرف سے وغیرہ وغیرہ"۔

علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے عامر ابن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ

"جو شخص مجھ پر ایک دفعہ درُود بھیجتا ہے۔ اللہ جل شانہٗ اس پر دس دفعہ درُود بھیجتا ہے۔ تمہیں اختیار ہے، جتنا چاہے کم بھیجو۔ جتنا چاہے زیادہ اور یہی مضمون عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے بھی نقل کیا گیا ہے اور اس میں یہ اضافہ ہے کہ اللہ اور اس کے فرشتے دس مرتبہ درُود بھیجتے ہیں اور بھی متعدد صحابہ رضی اللہ عنہم سے علامہ سخاوی رحمہ اللہ نے یہ مضمون نقل کیا ہے اور ایک جگہ لکھتے ہیں کہ جیسا اللہ جل شانہٗ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک نام کو اپنے پاک نام کے ساتھ کلمہ شہادت میں شریک کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کو اپنی اطاعت، آپ کی محبت کو اپنی محبت قرار دیا۔ ایسے ہی آپ پر درُود کو اپنے درُود کے ساتھ شریک فرمایا پس جیسا کہ اپنے ذکر کے متعلق فرمایا فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ ایسے ہی درُود کے بارے میں ارشاد فرمایا۔ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک دفعہ درُود بھیجتا ہے۔ اللہ اس پر دس دفعہ درُود بھیجتا ہے"۔

يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا أَبَدًا
عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ:

"میرے اُوپر جمعہ کے دن کثرت سے درُود بھیجا کرو۔ اس لئے کہ یہ ایسا مُبارک دن ہے کہ ملائکہ اس میں حاضر ہوتے ہیں اور جب کوئی شخص مجھ پر درُود بھیجتا ہے تو وہ درُود اس کے فارغ ہوتے ہی مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کے انتقال کے بعد بھی، حضور صلی اللہ وسلم نے ارشاد فرمایا، ہاں انتقال کے بعد بھی۔ اللہ جل شانہٗ نے زمین پر یہ بات حرام کر دی ہے کہ وہ انبیاء (علیہم السلام) کے بدنوں کو کھائے۔ پس اللہ کا نبی زندہ ہوتا ہے۔ رزق دیا جاتا ہے۔"

ف (۱): ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ:

"اللہ جل شانہٗ نے انبیاء علیہم السلام کے اجساد کو زمین پر حرام کر دیا۔ پس کوئی فرق نہیں ہے۔ ان کے لئے دونوں حالتوں یعنی زندگی اور موت میں اور اس حدیث پاک میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ درُود رُوح مُبارک اور بدن مُبارک دونوں پر پیش ہوتا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ اللہ کا نبی زندہ ہے رزق دیا جاتا ہے۔ سے مراد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک ذات ہو سکتی ہے اور ظاہر یہ ہے کہ اس سے ہر نبی مراد ہے اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی قبر مُبارک میں کھڑے ہوئے نماز پڑھتے اور اسی طرح حضرت ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی دیکھا۔ جیسا کہ مسلم شریف کی حدیث میں ہے اور یہ حدیث کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ نماز پڑھتے ہیں، صحیح ہے۔"

ف ④ : درُود کا رُوح مبارک اور بدن مبارک دونوں پر پیش ہونا
جیسا کہ حدیث بالا کی تشریح میں حضرت ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے
ظاہر ہے کیونکہ حیات رُوح ہی کے تعلق سے ہوتی ہے اور
حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر انبیاء علیہم السلام کے
پاک اجساد میں کوئی نوع، حیات کی نہیں ہے تو حضور پاک صلی اللہ
علیہ وسلم کا یہ پاک ارشاد صحابہ رضی اللہ عنہم کے اشکال وکیف تعرض
کا جواب کیسے بن گیا۔ روایت بھی صحیح ابنِ حبّان کی ہے۔ حاکم نے
اس کو علی شرط البخاری بتایا اور ذہبی نے اقرار کیا۔

یہاں یہ چیز قابلِ غور ہے کہ باجماعِ اُمت قبرِ اطہر کا وہ حصہ جو جسدِ اطہر سے متصل ہے۔ کعبہ شریف بلکہ عرش معلیٰ سے بھی افضل ہے۔ کیا یہ فضیلت صرف اُس جسدِ اطہر کی ہے۔ جس کے ساتھ کبھی رُوح کا تعلق رہ چکا اور اب نہیں ہے اگر ایسا ہوتا تو پھر موئے مبارک جو بدن اطہر سے جُدا ہو چکے ہیں۔ ان کا بھی یہی حال ہوتا، بلکہ لباس مُبارک جو کبھی جسدِ اطہر پر پڑ چکا ہے۔ اس کا بھی یہی حکم ہوتا وغیرہ وغیرہ۔

یہ مسئلہ چونکہ فی الجملہ علمی اور دقیق ہے۔ اس لئے اس رسالہ میں تفصیل کا موقعہ نہیں۔ علماء اُمت اور راسخین فی العلم نے اس کے اثبات میں عقلی اور نقلی مضبوط دلائل کے ساتھ مستقل رسائل تصنیف فرمائے ہیں۔ ہمارے لئے اُنکے متفقہ عقیدے کو ماننا ہی ضروری ہے۔ کیونکہ ہم ناقص علم والے ان و اصلین اور آئمہ تفسیر و حدیث کے علوم تک کہاں پہنچ سکتے ہیں۔ اس کے خلاف صرف اُسی کی بات پر غور کیا جا سکتا ہے۔ جو ان حضرات میں سے کسی ایک کے بھی پاسنگ ہو۔

(۱۳) اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب و محبوب کی غایت شرافت کی وجہ سے نام لیکر نہیں خطاب کیا

علماء نے لکھا ہے کہ :

آیت شریفہ مذکورہ ۱۲ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی کے لفظ کے ساتھ تعبیر کیا۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لفظ سے تعبیر نہیں کیا۔ دیگر مقامات پر بھی رسول اور دیگر القاب سے پکارا جبکہ اور انبیاء علیہم السلام کو ان کے اسماء کے ساتھ ذکر فرمایا ہے۔ جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی غایت عظمت اور غایت شرافت کی وجہ سے ہے اور ایک جگہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر حضرت ابراہیم علی نبینا و علیہ السلام کے ساتھ آیا تو ان کو تو اُنکے نام کے ساتھ ذکر کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی کے لفظ کے ساتھ جیساکہ "ان أولی الناس بابراھیم للذین اتبعوہ وھٰذا النبی" میں ہے اور جہاں کہیں نام مُبارک لیا گیا۔ وہ خصوصی مصلحت کی وجہ سے لیا گیا ہے" (فضائل درُود)

علّامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مضمون کو تفصیل سے لکھا ہے

(۱۴) مومنین کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لیکر خطاب کرنے سے منع فرما دیا

اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے :

لا تجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضاً

"یعنی جب تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مخاطب ہو تو عام لوگوں کی طرح آپ کا نام لے کر یا محمد نہ کہو کہ بے ادبی ہے بلکہ تعظیمی القاب کے ساتھ یا رسول اللہ، یا نبی اللہ وغیرہ کہا کرو۔"

اس کا حاصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر کا مسلمانوں پر واجب ہونا ہے۔ چنانچہ آخر آیت میں اس پر متنبہ کیا گیا ہے کہ اس کے خلاف کوئی کام بے ادبی کا کیا گیا (مثلاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے زور سے بولنا وغیرہ) تو سارے اعمال حبط اور برباد ہو جائیں گے۔ بہت ہی سخت وعید ہے۔

(۱۵) حضرت جبریل علیہ السلام کا بیان

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات و خصائص کے بہت تھوڑے نمونے ایسے ذکر کئے گئے۔ جن سے سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کی قدر و منزلت اور شان اللہ جل شانہٗ کے یہاں ظاہر ہوتی ہے۔ ایسے حبیب و محبوب فخر عالم سید الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے جو ذاتی اخلاق فاضلہ اور محاسن جمیلہ عطا فرمائے ہیں۔ مثلاً عدل و انصاف، جرأت و شجاعت، قناعت و تواضع، عفو و کرم، زہد فی الدنیا وغیرہ، جن میں دیگر انبیاء کرام بھی شریک ہیں، لیکن سیرت مبارکہ کے واقعات شاہد ہیں کہ ان فضائل میں کمال کا درجہ آپ ہی کا حصہ ہے کوئی آپ کے برابر نہیں۔

باری تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

"وانک لعلیٰ خلق عظیم"

ترجمہ : "یعنی آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اخلاق کے اعلےٰ پیمانہ پر ہیں۔"

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ :

"کہ آپ کا خُلق خود قرآن ہے۔ یعنی آپ کے اخلاق تو بالکل موافق قرآن تھے۔"

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود باجود میں حق تعالیٰ نے تمام ہی اخلاق فاضلہ بدرجۂ کمال جمع فرما دیئے تھے۔ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ :

"بعثت لاُتمم مکارم الأخلاق"

"یعنی مجھے اس کام کے لئے بھیجا گیا ہے کہ میں اعلےٰ اخلاق کی تکمیل کروں۔" (ماخوذ از معارف القرآن)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتی ہیں اور آپ جبریل علیہ السلام سے حکایت فرماتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ :

"میں تمام مشارق و مغارب میں پھرا سو میں نے کوئی شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل نہیں دیکھا اور نہ کوئی خاندان بنی ہاشم سے افضل دیکھا۔"

آفاقہا گردیدہ ام مہر بتاں ورزیدہ ام
بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری

(نشر الطیب)

من القصیدہ

محمد سید الکونین والثقلین	ترجمہ : آپ اسم با مسمیٰ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ جو سردار ہیں
والفریقین من عرب ومن عجم	دنیا و آخرت کے جن و انس کے اور ہر دو فریق عرب و عجم کے اور آپ کی ذات
فانسب إلیٰ ذاتہٖ ماشئت من شرفٍ	بابرکات کی طرف جو خوبیاں باستثنائے مرتبہ اُلوہیت تو چاہے منسوب کر دے
وانسُب الیٰ قدرہٖ ماشئت من عظم	وہ سب قابلِ تسلیم ہوں گی اور آپ کی قدر عظیم کی طرف جو بڑائیاں تو چاہے نسبت
فان فضل رسول اللہ لیس لہ حدٌّ	کر دے سب صحیح ہوں گی۔ کیونکہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضل کی
فیعرب عنہ ناطق بفم	کوئی حد و نہایت نہیں ہے کہ کوئی بیان کرنے والا انکو بذریعہ اپنی زبان کے بیان
فمبلغ العلم فیہ انہ بشرٌ	کر سکے۔ پس نہایت ہمارے فہم اور علم کی یہ ہے کہ آپ بشر عظیم القدر ہیں اور
وأنّہ خیر خلق اللہ کلہم۔	یہ کہ آپ تمام خلق اللہ انسان و ملائکہ وغیرہ سے بہتر ہیں۔

یا ربّ صلّ وسلّم دائمًا أبدًا

علیٰ حبیبك خیر الخلق کلّہم

فصل دوم

حبیب و محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ذاتی حسن وجمال میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے اقوال

گزشتہ فصل میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اللہ تعالیٰ کے یہاں قدر و منزلت اور رفعت شان و اعزاز و اکرام کی تفصیل آئی ہے اور اللہ تعالےٰ نے اپنے حبیب کو جو خصوصی کمالات عطا فرمائے ہیں۔ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام مخلوق سے پیارے ہیں۔حتیٰ کہ کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ، میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نام کے ساتھ اپنے حبیب کا نام ملایا ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گزر چکا کہ میں اللہ کا حبیب ہوں۔ علماء نے لکھا ہے کہ:

"حبیب اللہ کا لفظ جامع ہے۔ خُلت کو بھی اور کلیم اللہ کو بھی اور صفی اللہ ہونے کو بھی بلکہ ان سے زائد چیزوں کو بھی جو دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کے لئے بھی ثابت ہیں اور وہ اللہ کا محبوب ہونا ہے۔ ایک خاص محبت کے ساتھ جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے ساتھ مخصوص ہے"

ذات باری تعالیٰ جو منبع حسن و جمال ہے اور حسن کو پسند کرتی ہے، جیسا کہ حدیث پاک میں ارشاد ہے کہ:

"ان اللہ جمیلٌ یحب الجمال"

"یعنی اللہ تعالیٰ خود جمیل ہیں اور جمال کو پسند کرتے ہیں۔ اس نے جس ذاتِ اقدس کو اپنا حبیب بنانا تھا تو ظاہر ہے کہ اس کو کس قدر حسن دیا ہوگا۔"

یا صاحب الجمال ویا سید البشر
من وجهك المنیر لقد نور القمر
لا یمکن الثناء کما کان حقہٗ
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ:

"اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کو مبعوث نہیں فرمایا جو خوش آواز اور خوش رُو نہ ہو۔ تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان سب نبیوں میں صورت میں سب سے زیادہ حسین اور آواز میں سب سے زیادہ احسن تھے۔" (شمائل ترمذی)

علامہ مناوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

"ہر شخص یہ اعتقاد رکھنے کا مکلف ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم مبارک جن اوصافِ جمیلہ کے ساتھ متصف ہے کوئی دوسرا ان اوصاف میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جیسا نہیں ہو سکتا۔" (الحبیب)

من القصيدة البردة :

فهو الذی تم معناه وصورته
ثم اصطفاه حبيبًا باریٔ النسم
منزهٌ عن شريك فی محاسنه
فجوهر الحسن فيه غير منقسم

ترجمہ : پس آپ فضائل باطنی وظاہری میں کمال کے درجہ کو پہونچے ہوئے ہیں۔ پھر خداوند جل شانہ نے جو خالق کائنات ہے۔ آپ کو اپنا حبیب بنالیا۔ آپ اس سے پاک ہیں کہ آپ کی خوبیوں میں اور کوئی آپ کا شریک ہو۔ پس جوہر حسن جو آپ میں پایا جاتا ہے۔ وہ غیر منقسم اور غیر مشترک ہے، بلکہ مخصوص آپ ہی کے ساتھ ہے۔

یا رب صل وسلم دائمًا ابدًا
علیٰ حبیبك خیر الخلق كلهم

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ :

”زلیخا کی سہیلیاں اگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور کو دیکھ لیتیں تو ہاتھوں کے بجائے دلوں کو کاٹ لیتیں۔“

(شرح شمائل)

علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ :

”حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پورا پورا جمال ظاہر نہیں کیا گیا ورنہ آدمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے کی طاقت نہ رکھتے۔“

حضرت مفتی الٰہی بخش کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ شیم الحبیب میں فرماتے ہیں کہ :

"(باوجود ایسے حسن و جمال کے) عام لوگوں کا آپ پر اس طور پر عاشق نہ ہونا، جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام پر عاشق ہوا کرتے تھے۔ بسبب غیرتِ الٰہی کے ہے کہ آپ کا جمال جیسا تھا غیروں پر ظاہر نہیں کیا۔ جیسا کہ خود حضرت یوسف علیہ السلام کا جمال بھی جس درجہ کا تھا وہ. بجز حضرت یعقوب علیہ السلام یا زلیخا کے اوروں پر ظاہر نہیں کیا۔"

حجۃ الاسلام حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ :

جمال کو تیرے کب پہونچے حسن یوسف کا
وہ دلربائے زلیخا تو شاہد ستار
رہا جمال پہ تیرے حجاب بشریت
نہ جانا کون ہے کچھ بھی کسی نے جز ستار

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال مُبارک کو کما حقہٗ تعبیر کرنا یہ ناممکن ہے، نورِ مجسم کی تصویر کشی قابو سے باہر ہے۔

ع آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

گر مصور صورت آں دلستاں خواہد کشید
لیک حیرانم کہ نازش راچساں خواہد کشید

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اُمت پر بڑا ہی احسان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات معنوی علوم و معارف کے ساتھ ساتھ کمالات ظاہری حسن و جمال کی بھی اُمت تک تبلیغ فرمائی اور اپنی ہمت اور وسعت کے

موافق ان کو ضبط فرمایا۔ جمالِ جہاں آرا کے متعلق حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بہت روایات ہیں۔ کسی نے کسی وصف اور ادا کو بیان کیا اور کسی نے کسی دوسرے جزو کو۔ ان میں ایک طویل اور مفصل حدیث حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہے۔ جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارکہ اور اخلاق و عادات جملہ انواع مذکور ہیں۔ امام ترمذی نے مضامین کی مناسبتوں سے اسکو کئی بابوں میں ذکر کیا ہے۔ اس سارے کا نقل کرنا ہمارے مقصد اور اختصار کے التزام کی وجہ سے مشکل ہے۔ اس لئے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کو بعینہٖ نقل کرنے کے بجائے اس میں سے صرف حلیۂ مبارک خصوصاً چہرہ انور کے اوصاف ذکر کرتے ہیں تاکہ اس کو دل و دماغ میں جمالینا آسان ہو کہ اسی مقصد کے لئے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ حلیۂ مبارکہ کی جستجو فرمایا کرتے تھے۔

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ:

"میں نے اپنے ماموں ہند بن ابی ہالہ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیۂ مبارک دریافت کیا اور وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیۂ مبارک کو بہت ہی کثرت اور وضاحت سے بیان کیا کرتے تھے مجھے یہ خواہش ہوئی کہ وہ ان اوصافِ جمیلہ میں سے کچھ میرے سامنے بھی ذکر کریں تاکہ میں ان کے بیان کو اپنے لئے حجت اور سند بناؤں اور ان اوصافِ جمیلہ کو ذہن نشین کرنے اور ممکن ہو سکے تو اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کروں"

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت سات سال کی تھی۔ اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصافِ جمیلہ

میں اپنی کم سنی کی وجہ سے تامل اور کمال تحفظ کا موقع نہیں ملا۔

نوٹ حُسن کے ساتھ ایک مستانہ خوشبو اور رُعب بھی ہوتا ہے، جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے رُعب اور ان کی ذاتی خوشبو۔ ان کا طیب و مطیب ہونا حدیثوں میں تفصیل سے آیا ہے۔ آپ کے پسینہ میں جو کہ چاندی کے موتیوں کے مشابہ تھا مشک کی خوشبو مہکتی تھی۔ اس کو عطر کے طور پر استعمال کیا جاتا تھا۔

اس لئے حلیۂ مُبارک کو دل و دماغ میں جماتے وقت محبت کے ساتھ اَدب و عظمت کا تصور بھی رہے۔

حلیہ مُبارکہ کو دل و دماغ میں جمانے کا شوق ایک محبوب صحابی رضی اللہ عنہ کا شوق ہے جو کثیر منافع پر مشتمل ہے

؎ خوشا چشم کو دید آں رُوئے زیبا
خوشا دل کہ وارد خیال محمد صلی اللہ علیہ وسلم

ترجمہ: "وہ آنکھ کتنی خوش قسمت ہے کہ جس کو محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ پُر نور کی زیارت نصیب ہوئی اور وہ کس قدر خوش نصیب ہے کہ جس میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال آتا ہے۔"

(۱) سید الکونین خیر الخلق صلی اللہ علیہ وسلم بہت ہی شاندار تھے۔ آپ کا قد مبارک میانہ تھا۔ لیکن مجمع میں آپ سب سے زیادہ بلند معلوم ہوتے تھے۔

(۲) عظیم المرتبت محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ انور ماہِ بدر کی طرح چمکتا تھا۔ یہ حسن اور خوبروئی اس طرح سے تھی کہ گورے رنگ کے اندر

کچھ سرخی دمکتی تھی۔ جس سے کمال درجہ ملاحت پیدا ہوگئی تھی اور پیارے رُخسار نہایت شفاف ہموار اور نُبک تھے

ہر جلوہ پُر ضیاء رُخِ انور کا نُور ہے
شانوں میں کیا بلند یہ شانِ حضور ہے

③ فخرِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی مُبارک کشادہ تھی اور ابرو خمدار باریک اور گنجان تھے۔ دونوں ابرو جدا جدا تھے۔ ایک دوسرے سے ملے ہوئے نہ تھے۔ دونوں ابروں کے درمیان ایک رگ جو غصّہ کے وقت اُبھر[1] جاتی تھی۔

اللّٰھم صل وسلم وبارك علىٰ عبدك ورسولك وحبيبك
سيدنا ومولٰنا محمد صاحب الوجه الأنور والجبين
الأزهر۔

④ ہادیٔ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مُوئے مُبارک کانوں کے لوتک تھے، اور سر کے بیچ میں مانگ نکلی رہتی تھی اور بال ہلکی سی پیچیدگی لئے ہوئے یعنی بل دار تھے۔

مُر کر کسی کی زلف پہ معلوم ہو تجھے
فرقت کی رات کٹتی ہے کس پیچ و تاب میں

---

[1] آپ کو دنیا اور دنیاوی امور کی وجہ سے کبھی غصہ نہ آتا تھا، البتہ اگر کوئی اُمرِ دین اور حق سے تجاوز کرتا تو اس وقت آپ کے غصہ کی کوئی تاب نہ لا سکتا تھا۔ یہاں تک کہ آپ اس کا انتقام نہ لے لیں، لیکن اپنی ذات کے لئے نہ کسی پر ناراض ہوتے نہ اس کا انتقام لیتے۔

⑤ محسن اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں مبارک بڑی اور خوش رنگ تھیں جن کی پتلی نہایت سیاہ اور ان کی سفیدی میں سُرخ ڈورے پڑے ہوئے تھے اور پلکیں دراز تھیں۔ آپ کے حسن سے نگاہ سیر نہ ہوتی تھی۔

⑥ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بینی مبارک پر ایک چمک اور نور تھا۔ جس کی وجہ سے بینی مبارک بلند معلوم ہوتی تھی۔

⑦ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کا دہن مبارک موزونیت کے ساتھ فراخ تھا اور دندان مبارک باریک آبدار تھے اور سامنے کے دانتوں میں ذرا ذرا سا فصل بھی تھا۔ جن سے تکلم اور تبسم کے وقت ایک نور نکلتا تھا۔

حیا سے سر جھکا لینا ادا سے مسکرا دینا
حسینوں کو بھی کتنا سہل ہے بجلی گرا دینا

⑧ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ریش مبارک بھرپور اور گنجان بالوں کی تھی۔ جس نے آپ کے حسن کو اور بھی زینت دے دی تھی۔

⑨ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن مبارک ایسی پتلی اور خوبصورت تھی جیسی تصویر کی گردن تراشی ہوئی ہو۔ صفائی اور چمک میں چاندی جیسی تھی۔

⑩ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت تھی اور آپ نبیوں کے ختم کرنے والے تھے۔ (شمائل ترمذی) ــــ آپ نے خود فرمایا میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا۔

⑪ حضور سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار اقدس میں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے جو چہرۂ انور کی تعبیر فرمائی، اس کا کچھ حصہ ہدیۂ ناظرین ہے :

واحسن منك لم ترقط عینی
واجمل منك لم تلد النساءُ
خلقت مبرا من کل عیب
کانك قد خلقت کما تشاءُ

ترجمہ: اور آپ سے زیادہ حسین میری آنکھ نے نہیں دیکھا اور آپ سے زیادہ جمیل آج تک کسی عورت نے نہیں جنا آپ ہر عیب سے محفوظ پیدا کیئے گئے ہیں۔ گویا کہ جیسا آپ نے چاہا تھا۔ اُسی طرح آپ کو پیدا فرمایا گیا ہے۔

اغر علیہ للنبوۃ خاتم
من اللہ مشہود یلوح ویشہدُ

آپ کے بدن اطہر پر مہر نبوت چمک رہی ہے۔ جو اللہ تعالےٰ کی طرف سے بہت بڑی دلیل ہے، جسے ہر ایک دیکھ سکتا ہے۔

وضم الالہ اسم النبی مع اسمہٖ
اذ قال فی الخمس المؤذن اشہد

اور اللہ تعالیٰ نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی اپنے نام مُبارک کے ساتھ اس طرح ملا دیا ہے کہ جب بھی مؤذن اذان میں اللہ تعالیٰ کی توحید کی گواہی دیتا ہے۔ ساتھ ہی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی بھی شہادت دینی ضروری ہے۔

وشق لہ من اسمہٖ لیجلہٗ
فذوالعرش محمود وھذا محمد

اور اللہ تعالےٰ نے آپ کے نام کا اشتقاق اپنے نام مُبارک سے کیا تاکہ آپ کی عزت اور وقار قائم رہے جیسا کہ عرش کا مالک تو محمود ہے اور آپ کا نام محمد ہے۔ (یعنی دونوں کا مادہ اشتقاق حمد ہے)

نبی اتانا بعد یاس وفترۃٍ
من الرسل والاوثان فی الارض تعبدُ

آپ ایسے نبی کریم ہیں کہ کافی زمانہ وحی کے نہ آنے کے بعد آپ اُسوقت تشریف لائے جب کہ ساری دنیا بُت پرستی میں مُبتلا تھی۔

فامسیٰ سراجاً مستنیرًا
یلوح کما لاح الصیقلُ المہند

آپ ایسا چراغ ہیں، جو ہمیشہ روشنی دیتا رہے گا اور آپ یوں چمکتے ہیں جس طرح صیقل شدہ تلوار چمکتی ہے۔

وافٍ وماضٍ شہاب یستضاء بہٖ
بدرٌ انار علیٰ کل الاماجید

آپ وعدہ وفا کرنے والے، اپنی بات کو پورا کرنے والے ایسے چمک دار ستارہ ہیں۔ جن سے روشنی حاصل کی جاتی ہے، آپ ایسے ماہ کامل ہیں کہ ہر شرف و مجد پر آپ کا نور چمک رہا ہے۔

مبارکٌ کضیاء البدرِ صورتہٗ
ما قال کان قضاءٌ غیر مردود

ترجمہ : آپ بڑی برکت والے ہیں۔ چودھویں رات کے چاند کی طرح آپ کا چہرہ مبارک ہے جو بات فرماتے ہیں۔ وہ ہو جاتی ہے۔ اس کے خلاف نہیں ہوتا۔

(از دیوان حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ)

اللّٰہم صلی علیٰ سیدنا و مولٰنا محمدٍ
واٰلہٖ بقدر حسنہٖ وجمالہٖ۔
یا رب صل وسلم دائمًا ابدا
علیٰ حبیبك خیر الخلق کلہم

فصل سوم

رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت پر شفقت کے بیان میں

گزشتہ دو فصلوں میں تو اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ خصائص اور ذاتی جمال و کمال کا بیان ہوا۔ جس کا تقاضا ہے کہ ایسی ذات اقدس سے والہانہ محبت ہو۔ لیکن اللہ کریم نے اپنے حبیب کو محبوبیت کا تیسرا وصف یعنی عطا و احسان کی صفت بھی کمال درجہ کی عطا فرمائی۔ اور ہمارے لئے ہمدردی، دل سوزی اور ہماری بھلائی کی حرص بھی عطا کی۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی اس شان میں فرماتے ہیں :

"لقد جاءکم رسول من انفسکم عزیز علیہ ماعنتم
حریص علیکم بالمومنین رؤف رحیم"

ترجمہ : یعنی (اے لوگو) تمہارے پاس ایک ایسے پیغمبر تشریف لائے ہیں۔ جو تمہاری جنس سے ہیں۔ جن کو تمہاری مضرّت کی بات نہایت گراں گزرتی ہے اور وہ تمہارے فائدے کے بہت ہی آرزو مند ہیں اور تمہاری خیر خواہی اور نفع رسانی کی خاص تڑپ ان کے دل میں ہے۔

جب آپ تمام جہاں کے اس قدر خیر خواہ ہیں تو خاص ایمانداروں کے حق میں ظاہر ہے کہ کس قدر شفیق اور مہربان ہوں گے، اسی لئے "بالمومنین رؤف رحیم" فرمایا گیا کہ مومنین کے ساتھ تو بہت ہی شفقت کرنے والے اور بہت رحم کرنے والے ہیں اور دوسری جگہ فرمایا گیا ہے کہ:

"النبی اولیٰ بالمؤمنین من انفسہم"

ترجمہ: "یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مسلمانوں کے ساتھ ان کے نفوس (جانوں) سے بھی زیادہ تعلق ہے۔"

یہاں اس بارے میں چند روایات بیان کی جاتی ہیں۔

① تمام رات کا آرام قربان کر دیا

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار تمام رات ایک ہی آیت پڑھتے رہے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ وہ آیت یہ تھی:

"ان تعذبہم فانہم عبادك وان تغفر لہم فانك انت العزیز الحکیم۔"

ترجمہ: اگر آپ ان کو (میری امت کو) عذاب دیں تو وہ آپ کے بندے ہیں (آپ کو ان کا ہر طرح کا اختیار ہے) اگر آپ ان کی مغفرت فرمائیں (تو آپ کے نزدیک کچھ مشکل کام نہیں) آپ زبردست ہیں اور حکمت والے ہیں۔

اس میں اُمت کی مغفرت کی درخواست کرنا ظاہر ہے۔

دیکھئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی اُمت کے ساتھ کتنی زیادہ شفقت

ہے کہ تمام رات کا آرام اپنی اُمت پر قربان کر دیا اور ان کے لئے دُعا مانگتے رہے اور سفارش فرماتے رہے۔ کون ایسا بے حس ہوگا کہ اتنی زیادہ شفقت کا حال سُن کر بھی عاشق نہ ہو جائے گا۔

② اُمت کو دوزخ سے بچانے کا اہتمام

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

"میری (اور تمہاری) حالت اس شخص کی سی ہے کہ جیسے کسی نے آگ روشن کی اور اس پر پروانے گرنے لگے اور وہ ان کو ہٹاتا ہے۔ مگر وہ اس کی نہیں مانتے اور آگ میں گھسے پڑتے ہیں۔ اسی طرح میں تمہاری کمر پکڑ پکڑ کر آگ سے ہٹاتا ہوں۔ (کہ دوزخ میں لے جانے والی چیزوں سے روکتا ہوں) اور تم اِس میں گھسے جاتے ہو" (روایت کیا اُسکو بخاری نے)

ف: دیکھئے اس حدیث سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دوزخ سے اپنی اُمت کو بچانے کا کتنا اہتمام معلوم ہوتا ہے۔ یہ محبت نہیں تو کیا ہے اگر ہم کو ایسی محبت والے سے محبت نہ ہو تو افسوس ہے۔

③ بخشش کی منظوری پر خوشی

حضرت عباس بن مرداس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اُمت کے لئے عرفہ کی شام کو مغفرت کی دُعا کی۔ جو اس طرح قبول ہوئی کہ سب گناہوں کی

مغفرت کرتا ہوں بجز حقوق العباد کے، ظالم سے مظلوم کے حقوق ضرور وصول کروں گا۔"

آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے دُعا کی کہ:

"اے رب اگر آپ چاہیں تو مظلوم کو اس کے حق کا عوض جنت سے دیکر ظالم کو بخش دیں۔"

سو اس شام کو یہ دُعا منظور نہیں ہوئی۔ جب مزدلفہ میں صبح ہوئی، پھر دُعا کی، سو منظور ہو گئی۔ سو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خندہ یا تبسم فرمایا۔ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما نے عرض کیا کہ:

"ہمارے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ اِس وقت تو کوئی ہنسنے کا موقع معلوم نہیں ہوتا۔ کس سبب سے آپ ہنستے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ہمیشہ ہنستا ہوا رکھے۔"

آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ:

"عدوّ اللہ ابلیس کو جب معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے میری دُعا قبول کر لی اور میری اُمت کی مغفرت فرما دی تو خاک لے کر سر پر ڈالنے لگا اور ہائے واویلا کرنے لگا۔ سو اس کی گھبراہٹ کو دیکھ کر ہنسی آ گئی۔" (مشکوٰۃ)

ف: لمعات میں ہے کہ مراد اس سے وہ حقوق العباد ہیں۔ جن کے ایفاء کا قصد مصمم ہو، مگر ایفاء سے عاجز ہو گیا۔ حق تعالیٰ خصماء کو قیامت میں راضی فرما دیں گے۔

ف: غور کر کے دیکھو، آپ کو اس قانون کی منظوری لینے میں کس قدر فکر

اور تکلیف ہوئی ہے۔ کیا اب بھی قلب میں آپ کی محبت کا جوش نہیں اُٹھتا۔

④ اے میرے حبیب آپ کیوں روتے ہیں؟ ہم آپکو راضی کر دینگے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص سے روایت ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ:

" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ آیتیں پڑھیں۔ جن میں حضرت ابراہیم علیہ السلام (سورہ ابراہیم آیت ۳۶) اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام (المائدہ آیت ۱۱۸) کی دعائیں اپنی اپنی اُمت کے لئے مذکور ہیں اور (دُعا کے لئے) اپنے دونوں ہاتھ اُٹھائے اور عرض کیا "اے اللہ میری اُمت، میری اُمت" حق تعالیٰ نے فرمایا اے جبرئیل، محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس جاؤ اور یوں تو تمہارا پروردگار جانتا ہی ہے اور ان سے پوچھو! آپ کے رُونے کا سبب کیا ہے؟ انہوں نے آپ سے پوچھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ کہا تھا۔ انکو بتلایا یعنی اپنی اُمت کی فکر۔ حق تعالیٰ نے جبریل علیہ السلام سے فرمایا (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس جاؤ اور کہو کہ "ہم آپ کو آپ کی اُمت کے معاملہ میں خوش کر دیں گے اور رنج نہ دیں گے"

(ف) **آپ کبھی بھی خوش نہ ہوں گے اگر ....** | حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ:

"آپ تو کبھی بھی خوش نہ ہوں گے۔ اگر آپ کی اُمت میں سے ایک

آدمی بھی دوزخ میں رہے (درمنشور) اور اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے۔ آپ کے خوش کرنے کا تو انشاءاللہ تعالےٰ آپ کا ایک اُمتی بھی دوزخ میں نہ رہے گا۔

اے مسلمانو! یہ سب دولتیں اور نعمتیں جس ذات کی برکت سے نصیب ہوئیں۔ اگر ان سے محبت نہ کروگے تو کس سے کروگے۔

(ماخوذ از نشر الطیب وحیٰوۃ المسلمین)

حجۃ الاسلام حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے قصیدہ میں فرماتے ہیں کہ:

عجب نہیں تری خاطر سے تیری اُمت کے
گناہ ہو ویں قیامت کو طاعتوں میں شمار
بکیں گے آپ کی اُمت کے جرم ایسے گراں
کہ لاکھوں مغفرتیں کم سے کم پہ ہونگی نثار

نہ آخر رحمۃ للعالمینی
ز محروماں چرا فارغ نشینی

ترجمہ: یعنی آپ یقیناً رحمۃ للعالمین ہیں۔ ہم محروم نصیبوں اور ناکامانِ قسمت سے کیسے تغافل فرما سکتے ہیں۔"

یا رب صل وسلم دائماً ابدا
علیٰ حبیبک خیر الخلق کلھم

فصل چہارم

① حبیب و محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ محبوبیت

گزشتہ تین فصلوں میں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کے تین مشہور اسباب کمال، جمال اور احسان کا بیان ہوا۔ اب یہاں ایسی محبت کا بیان کیا جاتا ہے۔ جس کا سبب ایمان ہے۔ یہ محبت سب محبتوں پر غالب، سب سے زیادہ گہری اور ایسی ضروری ہے کہ اس کے بغیر دوسری قسم کی محبت کا اعتبار نہیں۔ اس محبت کی تعریف میں اختلاف ہے۔ بعض حضرات اس کو حبِ ایمانی یا حبِ عقلی اور بعض اُسے حبِ طبعی قرار دیتے ہیں لیکن یہ سب لفظی اختلاف اور تعبیرات کا فرق ہے۔

عبارتنا شتي وحسنك واحد

وكل إلى ذالك الجمال يشير

اور حضرت شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ کے بیان سے اس کا حبِ طبعی ہونا ظاہر ہوتا ہے۔ (حضرت کے ارشادات انشاء اللہ آگے درج کئے جائیں گے) وہ اس کو کمالِ ایمان کے لئے ہی نہیں بلکہ نفسِ ایمان کے لئے ضروری قرار دیتے ہیں اور دیگر اسبابِ محبت جو گزشتہ فصول میں گزرے ہیں۔ اُن سے

اس محبت کا ظہور ہوتا ہے اور جلاء ہوتی ہے اور اس کے ثمرات اور نتائج برآمد ہوتے ہیں۔ جن میں اعظم ثمرہ محبوب کا اتباع ہے۔ اتباع ہی اس پوشیدہ محبتِ ایمانی کی علامت قرار دیا جاتا ہے اور اتباع ہی سے اللہ تعالٰے کی محبت اور مغفرت کا انعام ملتا ہے۔

② ہر مومن میں محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا علیٰ سبیل الکمال ہونا شرعاً واجب ہے اور اُسکے وجود کا عام مؤمنین میں مُشاہدہ بھی ہے:

دراصل یہ بحث ایمان کے کم اور زیادہ ہونے کے مشابہ ہے۔ زیادتی اور نقصان ایمان کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے۔ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"الایمان لا یزید ولا ینقص"

"یعنی ایمان گھٹتا بڑھتا نہیں۔"

اس میں شک نہیں کہ ایمان تصدیق یقین قلبی کا نام ہے۔ اس یقین میں زیادتی اور نقصان کی گنجائش نہیں۔ اس لئے کہ جو قبول زیادت و نقصان کرے وہ داخل دائرہ ظن ہے۔ یقین نہیں ہے۔ البتہ اعمال صالحہ کی ادائیگی یقین میں روشنی پیدا کر دیتی ہے اور اس سے یقین کے ثمرات ظاہر ہونے لگتے ہیں اور اعمالِ غیر صالحہ یقین کو تاریک کر دیتے ہیں اور نفاق کے مشابہ بُرے نتائج ظاہر ہوتے ہیں، مثال کے طور پر دو برابر کے آئینے ہوں۔ ایک تو صاف ستھرا ہو، دوسرے پر گرد و غبار ہو تو صاف آئینہ کا فائدہ اور اس کا وجود ظاہر ہو گا اور دوسرے کا کوئی فائدہ ظاہر نہ ہو گا۔ حالانکہ آئینہ ہونے کے لحاظ سے

دونوں برابر ہیں۔ اسی طرح ہر مومن میں خواہ وہ فاسق فاجر ہو۔ اس کے اندر بھی اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہونا ضروری ہے۔ اگر ایسا نہیں تو وہ مومن ہی نہیں اور اسکو اللہ تعالیٰ کی محبت بھی حاصل نہیں کیونکہ:

(۴) اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اللہ تعالیٰ کی محبت میں مندرج ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے محبت رکھو اس وجہ سے کہ وہ تم کو غذائیں اپنی نعمتیں دیتا ہے اور مجھ سے (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے) محبّت رکھو۔ اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ کو مجھ سے محبّت ہے۔" (ترمذی)

ف اس کا مطلب یہ نہیں کہ صرف غذا دینے ہی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت رکھو، بلکہ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کمالات و احسانات جو بے شمار ہیں۔ اگر کسی کی سمجھ میں نہ آئیں تو یہ احسان تو بہت ظاہر ہے۔ جس سے کسی کو انکار نہیں ہوسکتا۔ یہی سمجھ کر (مذکورہ بالا وجہ سے) اُس سے محبت کرو۔

رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبّت اللہ تعالیٰ کی محبت میں داخل ہے کیونکہ اللہ کی محبت اسی وقت معتبر ہے اور کار آمد ہے۔ جب اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی محبّت ہو۔ اسی طرح اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اُسی وقت معتد بہ اور نافع ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کی محبّت بھی ہو (جس کا ادنیٰ درجہ کفر سے نکلنا ہے) اگر کوئی کمبخت کہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہوں۔ اللہ کو چھوڑ کر تو وہ کافر اور مردود ہے۔ بہت سے کفار کو

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات و محاسن کی وجہ سے عقیدت و محبت ہوتی ہے۔ جس کے اظہار میں وہ نعتیہ اشعار بھی پڑھتے ہیں۔ مضامین لکھتے ہیں مگر یہ سب کچھ نجات کے معاملے میں بے کار اور بالکل غیر معتبر ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت اُس وقت معتبر ہو سکتی، جب اس محبت کا منشا ایمان باللہ ہو۔

اب یہاں کچھ روایات ذکر کی جاتی ہیں۔ جن سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کمال محبت کا شرعاً وجوب ثابت ہوتا ہے۔

امیر المؤمنین فی الحدیث حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح البخاری کے کتاب الایمان میں محبتِ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مستقل باب باندھا ہے:

"باب حب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من الایمان"

"یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہونا ایمان کا جزو ہے"

حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا رحمۃ اللہ علیہ اپنی تقریر بخاری میں فرماتے ہیں کہ اگر کسی کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت نہیں تو وہ مسلمان ہی نہیں۔

④ اپنی جان اور اولاد سے زیادہ محبت مطلوب ہے

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

"فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بندہ ایماندار نہیں ہوتا جب تک کہ میرے ساتھ اتنی محبت نہ رکھے کہ تمام اہل و عیال اور تمام آدمیوں سے بھی زیادہ" (روایت کیا اس کو مسلم نے)

اور بخاری میں عبداللہ ابن ہشام رضی اللہ عنہ کی روایت میں یہ بھی ہے کہ:

"حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

بے شک مجھ کو آپ کے ساتھ سب چیزوں سے زیادہ محبت ہے
بجز اپنی جان کے (یعنی اپنی جان کے برابر آپ کی محبت معلوم
نہیں ہوتی) آپ نے فرمایا۔ قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں
میری جان ہے۔ ایماندار نہ ہوگے۔ جب تک میرے ساتھ اپنی
جان سے بھی زیادہ محبت نہ رکھوگے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض
کیا اب تو آپ کے ساتھ اپنی جان سے بھی زیادہ محبت معلوم ہوتی
ہے۔ آپ نے فرمایا: اب پورے ایماندار ہو، اے عمر!"

ف حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:
"اس بات کو آسانی کے ساتھ یوں سمجھو کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے
اوّل غور نہیں کیا تھا۔ یہ خیال کیا کہ اپنی تکلیف سے جتنا اثر ہوتا
ہے۔ دوسرے کی تکلیف سے اتنا اثر نہیں ہوتا۔ اس لئے اپنی
جان زیادہ پیاری معلوم ہوئی۔ پھر سوچنے پر معلوم ہوا کہ اگر جان
دینے کا موقع آجائے تو یقینی بات ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم
کی جان بچا لینے کے لئے ہر مسلمان اپنی جان دینے کو تیار ہو جائے۔
اسی طرح آپ کے دین پر بھی جان دینے سے کبھی منہ نہ موڑے تو
اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم جان سے بھی زیادہ پیارے ہوئے۔"[1]
(از حیٰوۃ المسلمین)

---

[1] حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی محبت کے بارے میں کچھ ضروری تفصیل رسالہ کے آخر میں بیان ہوگی۔ (انشاء اللہ تعالیٰ)

اس بات کو سمجھانے کے لئے بعض حضرات نے محبت کی قسمیں بیان کی ہیں کہ ایک محبت طبعی ہوتی ہے۔ ایک عقلی اور یہاں (حدیث بالا میں) مقصود و مطلوب محبت عقلی ہے۔ نہ کہ طبعی۔ لیکن حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد صاحب علامہ محمد یحیٰی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے یہ نقل فرمایا کرتے تھے کہ:

"یہاں مطلوب جو محبت ہے وہ محبت طبعی ہے، لیکن یہ جو بسا اوقات شبہ ہوتا ہے کہ اولاد وغیرہ کی محبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زائد معلوم ہوتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے مواقع (امتحان و اظہار کے) بہت کم پیش آتے ہیں۔ بخلاف ان اولاد و اقارب کی محبت کے مواقع کے۔ چنانچہ اگر دونوں میں تصادم ہو جائے تو آپ کی محبت ہی راجح ہو گی۔ مثلاً کسی کی بیوی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو نعوذ باللہ بُرا بھلا کہدے تو وہ ہرگز برداشت نہیں کرے گا۔ بلکہ گلا تک گھونٹ دیگا۔ اسی طرح اگر کسی کا لڑکا قرآن پاک پر پیر رکھدے تو وہ دُور ہی سے ڈانٹتا ہوا دوڑے گا اور اگر کوئی ایسا نہ کرے تو وہ مسلمان ہی نہیں"۔

(۵) لہٰذا ہر مسلمان خواہ کتنا ہی گنہگار ہو۔ اس میں اللہ اور اُسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا ہونا لازمی ہے

چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

"ایک شخص کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب پینے کے جرم میں سزا دی۔ پھر ایک دن حاضر کیا گیا۔ پھر آپ نے حکم سزا

کا دیا۔ ایک شخص نے مجمع میں سے کہا کہ اے اللہ اس پر لعنت ہو کہ کس قدر کثرت سے اسکو (اس مقدمہ میں) لایا جاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس پر لعنت مت کرو۔ واللہ میرے علم میں یہ اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے محبت رکھتا ہے۔"
(روایت کیا اس کو بخاری نے)

ف اس حدیث سے چند امور ثابت ہوئے۔ ایک بشارت مذنبین کو کہ اُن سے اللہ و رسول کی محبت کی نفی نہیں کی گئی۔ دوسرے تنبیہ مذنبین کو کہ زری محبت سزا سے بچنے میں کام نہ آئی تو کوئی اس ناز میں نہ رہے کہ بس خالی محبت بدون اطاعت کے۔ سزائے جہنم سے بچالے گی۔ الحاصل محبت طبعی کا ہونا، تو مشاہدہ ہے۔ مزید کسی دلیل کی ضرورت نہیں۔ صرف ایک ضابطے کا اشکال ہے کہ محبت طبعی تو اضطراری اور غیر اختیاری ہوتی ہے۔ شریعت میں غیر اختیاری بات کا مطالبہ کیونکر درست ہوا۔ جواب یہ ہے کہ محبت طبعی کا منشاء محبت قرب ہوتا ہے۔ جہاں جس مقدار کا قرب ہوتا ہے وہاں محبت بھی اتنی ہوتی ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے قرب کی خود محبت کے پیدا کرنے والے نے خبر دی ہے۔ ارشاد ہے کہ:

"النبی اولٰی بالمومنین من انفسہم"
"یعنی نبی مؤمنین کے ساتھ خود اُن کی جانوں سے بھی زیادہ تعلق رکھتے ہیں۔"

لہٰذا ایمان لاتے ہی اللہ اور رسول کے ساتھ خصوصی تعلق خود بخود طبعی طور پر پیدا ہو جاتا ہے۔ اس اندرونی طبعی تغیر کو اس مثال سے سمجھیں کہ کسی عورت سے نکاح کرتے ہی اس عورت کی ماں، جو پہلے غیر محرم تھی، وہ فوراً مرد کی محرم ہو جاتی ہے اب

وہ عورت و مرد دونوں خواہ دیندار متقی نہ بھی ہوں۔ ان میں اندرونی طور پر ایک ایسا تغیر آجاتا ہے کہ عورت ماں کی طرح عاقتاً ماموں قرار دی جاتی ہے

(۶) سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوبیت عامہ کی ایک اور لطیف وجہ

اُمت کے علمائے ربانیین اور عارفین صحیح احادیث کی روشنی میں فرماتے ہیں کہ :

"کل کائنات کی اصل نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اسی نور سے تمام کائنات کو وجود بخشا گیا ہے"

چنانچہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ :

"میں نے بارگاہِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ بتلائیے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے کس شئے کو پیدا کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اے جابر اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے اپنے نور سے (یعنی اپنے نور کے فیض سے) تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کو پیدا کیا، پھر تمام کائنات کا وجود ہوا۔ اب کائنات کی ہر شئی کو اپنی اصل کی جانب جذب و کشش ایک فطری اور طبعی تقاضا ہے۔ جو ہر موجود میں پایا جاتا ہے، جن لوگوں نے اپنی فطرت کو زنگ آلود کر لیا۔ ان کا یہ احساس بھی معدوم ہو گیا۔ آخر زمانے میں جب قلوب سے صلاحیت ختم ہو جائے گی اور اسلام کی صلاحیت اور استعداد مفقود ہو جائے تو پھر اسلام اور ایمان ساری دنیا سے سمٹ کر

اپنے اصل مرکز میں محدود ہو جائے گا۔"

جیساکہ بخاری شریف میں ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے :

"بیشک ایمان مدینہ کی طرف ایسا کھنچ آئے گا۔ جیساکہ سانپ اپنے سوراخ کی طرف کھنچ آتا ہے۔ کائنات کے ظہور کو حضرات عارفین نے مسلم شریف کی اس حدیث سے سمجھا ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان اللہ تعالیٰ جمیلٌ یعنی اللہ تعالیٰ جمیل ہے اور جمال کے لئے ظہور مناسب ہے اور اللہ تعالیٰ چونکہ حکیم بھی ہیں اس لئے حکمت کا تقاضا ہوا کہ ذات و صفات کا ظہور فرما دیں اور ذات و صفات کا ظہور ہوتا ہے افعال سے۔ جن کا تعلق تخلیق سے ہے۔ اور اسی ظہور سے معرفت ہو سکتی ہے۔ اسی ظہور کے اقتضاء یعنی چاہنے کو حُب سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔ عارفین اسی حُب کو اصطلاح میں تعین اول اور حقیقتِ محمدیہ بھی کہتے ہیں۔ جوکہ ساری مخلوق کی اصل قرار دی گئی ہے۔ لہٰذا سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوبیت عامہ کا اثر انسانوں سے گزر کر حیوانوں اور جمادات نباتات تک پہنچ گیا۔ البتہ جو مریض قلب، شقاوت ازلی کی وجہ سے جانوروں اور پتھروں سے بھی گئے گزرے ہیں۔ اِن میں نہیں آیا۔ حجۃ الوداع میں سید الکونین حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مُبارک سے قربان ہونے کے لئے (قربانی کے وقت) اونٹوں کا ایک دوسرے سے بڑھکر پیش ہونا کہ ہر ایک جلد قربان ہونا چاہتا تھا اور زبانِ حال سے کہتا تھا ؎

سر بوقتِ ذبح اپنا اُن کے زیرِ پائے ہے
یہ نصیب اللہ اکبر لوٹنے کی جائے ہے

اور کھجور کے تنہ (اسطوانہ حنّانہ) کا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی جُدائی میں اس زور سے رونا کہ مسجد گونج گئی۔ درختوں کا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو بارہا سلام کرنا اور آپ کی رسالت کی شہادت دینا۔ حضور اقدس خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلاموں کے لئے جنگلی درندوں کا مطیع ہونا اور ان کے لئے دریاؤں کا مسخر ہونا وغیرہ بے شمار واقعات جو کتب احادیث میں مشہور ہیں۔ اسی محبوبیت عامہ کا پتہ دیتے ہیں۔"

بخاری و مسلم میں ہے کہ :

"رسول اللہ صلی علیہ وسلم نے جبل اُحد کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: "ھذا جبل یحبنا و نحبہٗ" "یہ پہاڑ ہم سے محبت رکھتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔"

ہر جلوہ پُرضیاء رُخِ انور کا نور ہے
شانوں میں کیا بلند یہ شانِ حضور ہے

(رسالہ "شانِ حضور" از حضرت مولانا بدرِ عالم مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ)

یا رب صل و سلم دائمًا ابدا علیٰ حبیبک خیر الخلق کلہم

⑦ کسی بھی محبوب چیز سے اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے کم ہونے پر وعید

اس فصل کے شروع میں ایمان کے لئے محبت کا ضروری اور مطلوب ہونا اور اُس کی

فضیلت بیان ہوئی۔ اب اس کے مقابلے میں محبت کی کمی پر اللہ جل شانہٗ کی طرف سے وعید بیان کی جاتی ہے۔ جو محبت کے وجوب پر دلالت کرتی ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

"قل ان کان اباؤکم وابناؤکم واخوانکم وازواجکم"
(آلایہ سورہ توبہ)

"جس کا ترجمہ یہ ہے کہ آپ ان سے کہہ دیجیے کہ اگر تمہارے باپ اور بیٹے اور تمہارے بھائی اور بیبیاں اور تمہارا کنبہ اور مال جو تم نے کمائے ہیں اور وہ تجارت جس میں نکاسی نہ ہونے کا تم کو اندیشہ ہو اور وہ گھر جس کو تم پسند کرتے ہو (اگر یہ سب چیزیں) تم کو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ پیاری ہیں تو تم منتظر رہو۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم (سزا) بھیجدیں۔ اللہ تعالیٰ بے حکمی کرنیوالوں کو ان کے مقصود تک نہیں پہنچاتا۔"

ثمراتِ محبّت

حلاوتِ ایمان حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :

"فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین چیزیں ایسی ہیں کہ وہ جس شخص میں ہوں گی اس کو ان کی وجہ سے حلاوتِ ایمان نصیب ہو گی۔ ایک وہ شخص جس کے نزدیک اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول

صلی اللہ علیہ وسلم سب ماسوا سے زیادہ محبوب ہوں۔ (یعنی جتنی محبت اس کو اللہ اور رسول سے ہو، اتنی کسی سے نہ ہو) اور ایک وہ شخص جس کو کسی بندے سے محبت ہو اور محض اللہ ہی کے لئے محبت ہو (یعنی کسی دنیوی غرض سے نہ ہو محض اس وجہ سے محبت ہو کہ وہ شخص اللہ والا ہے) اور ایک وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے کفر سے بچا لیا ہو اور اس بچا لینے کے بعد وہ کفر کی طرف آنے کو اس قدر ناپسند کرتا ہے، جیسے آگ میں ڈالے جانے کو ناپسند کرتا ہے۔"

حلاوتِ ایمان کے متعلق حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے معارف

حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہٗ اپنی تقریر (درس بخاری) میں فرماتے ہیں کہ حدیث بالا کے متعلق شراح فرماتے ہیں کہ:

"حلاوت سے مراد حلاوتِ قلبیہ ہے (یعنی حلاوتِ معنویہ) لیکن میں کہتا ہوں کہ اگر ہم اللہ کے احکام کی اسی طرح پابندی کریں جیسے کہ ہمیں حکم فرمایا ہے تو یقیناً حلاوتِ ایمان (حلاوتِ حسیّہ ظاہریہ) ہمیں حاصل ہو گی۔ میں نے اپنے مشائخ کو دیکھا ہے کہ ان کو ذکر کے وقت نہایت ہی حلاوت حاصل ہوتی تھی۔ یہ بات (مذکورہ صفات) اس وقت ہو گی۔ جب کہ ایمان دل کی جڑ میں پیوست ہو جائے اور یہ ایمان کے اندر پختگی لا الٰہ الا اللہ کی کثرت سے پیدا ہوتی ہے اور اس میں ذکر بالجہر ضروری نہیں بلکہ زبان سے

آہستہ آہستہ بھی کافی ہے۔"

محبت رسول سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ نصیب ہونا

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

"پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک دیہاتی حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) قیامت کب آئے گی آپ نے فرمایا۔ تو نے اس کے لئے کیا سامان کر رکھا ہے (جو اس کے آنے کا اشتیاق ہے) اس نے عرض کیا کہ میں نے اس کے لئے کچھ نماز روزہ کا سامان تو نہیں کیا۔ مگر اتنی بات ہے کہ میں اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھتا ہوں۔ رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ (قیامت میں) ہر شخص اسی کے ساتھ ہوگا۔ جس سے محبت رکھتا ہوگا۔ (سو تجھ کو میرا ساتھ نصیب ہوگا)۔ اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ ہوگا تو اللہ تعالیٰ کا ساتھ بھی ہوگا۔"

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

"میں نے مسلمانوں کو اسلام لانے (کی خوشی) کے بعد کسی بات پر اتنا خوش ہوتے نہیں دیکھا۔ جتنا اس پر خوش ہوئے۔" (بخاری و مسلم)

ف اس حدیث میں کتنی بڑی بشارت ہے کہ اگر زیادہ (نفلی) عبادت کا بھی ذخیرہ نہ ہو تو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے اتنی بڑی دولت مل جائے گی۔ (یہ حدیثیں تخریج الاخبار العراقی میں ہیں۔ کذا فی نشر الطیب)

شانِ محبوبیت میں حرفِ آخر

قل ان کنتم تحبّون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ، الآیہ۔ اس میں فرمایا گیا ہے کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھنے کا دعویٰ کرتے ہو تو میرا اتباع کرو۔ اگر میرا اتباع کروگے تو فقط یہ نہیں کہ اللہ تعالےٰ سے تمہاری محبت مقبول و معتبر ہو جائے گی بلکہ میرے اتباع کا نتیجہ اور ثمرہ یہ ملے گا کہ تم خدا تعالےٰ کے محبوب بن جاؤ گے۔

اَب ذرا غور کیجئے کہ جس کے پیچھے چلکر دوسرے لوگ محبوب رب العالمین بن جائیں تو خود اس کی محبوبیت کی کیا شان ہوگی۔

جزا اللہ عنا سیدنا محمدًا صلی اللہ علیہ وسلم ماھو اھلہ

لابن ابی المجد

الا یا محب المصطفٰے زد صبابۃ — سن رکھ اے عاشق مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ تو عشق میں خوب ترقی کر۔ اور اپنی

وضمخ لسان الذکر منك بطیبہٖ — زبان کو خوشبوئے ذکر نبوی سے خوب معطر کر اور اہلِ بطالت کی کچھ پرواہ مت

ولا تعبان بالمبطلین فانما علامۃ حب اللہ حب حبیبہٖ۔ — کر۔ کیونکہ علامت حبِّ الٰہی کی اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہے۔

(نشر الطیب)

نعمتِ کبریٰ

اس فصل میں خدا تعالےٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا جو مقام بیان ہوا۔ اس کے متعلق حضرت قاضی ثناء اللہ نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر مظہری میں فرماتے ہیں کہ:

"محبت خدا و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ مقام ایک نعمتِ کبریٰ ہے، مگر وہ صرف اللہ والوں کی صحبت و معیت ہی سے حاصل ہوتی ہے۔ اسی لئے صوفیائے کرام اسکو خدمت مشائخ سے حاصل کرنا ضروری قرار دیتے ہیں"   (معارف القرآن)

اس کے متعلق حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کا ملفوظ گزر چکا کہ:

"ایمان کی یہ پختگی لا الٰہ الا اللہ کی کثرت سے پیدا ہوتی ہے"

مشائخ کی خدمت میں ذکر ہی کو سیکھنا اور حاصل کرنا ہوتا ہے۔ مگر جب اس لائن کی شرائط کے ساتھ ذکر سیکھا جاتا ہے تو اس سے تزکیہ ہو کر احسانی کیفیت حاصل ہو جاتی ہے اور اللہ کے فضل سے ایمان دل کی جڑ میں پیوست ہو جاتا ہے۔ اسی حالت کو بشاشتِ ایمان سے بھی تعبیر کیا گیا ہے۔ محبت کے اس مقام میں ایمان کی شرینی حاصل ہوتی ہے۔ جو ہر مشقت و محنت کو لذیذ بنا دیتی ہے۔ رزقنا اللہ تعالیٰ وجمیع المسلمین حبہ وحب رسولہٗ کما یحب ویرضاہ۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کا مقام یا اطاعتِ رسول کی اہمیت

(۱) یہ شانِ محبوبیت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آیت شریفہ مذکورہ میں اتباعِ سنت کو اپنی اور اپنے حبیب کی محبت کے درمیان رکھا اور اس کو اپنی محبت اور اپنے پاک رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا معیار اور اس کی علامت قرار دی۔

(۲) "در منثور" میں کثرت سے روایات ذکر کی گئی ہیں کہ بہت سے لوگوں نے

یہ دعویٰ کیا کہ ہمیں اللہ تعالےٰ سے محبت ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اللہ جل شانہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کو اپنی محبت کی علامت قرار دی۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ:

"تم میں سے کسی کا ایمان اس وقت تک کامل نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ اس کی خواہشات اس کے تابع نہ بن جائیں جو میں لے کر آیا ہوں۔"

(۳) حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ اسی آیت کی تفسیر میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ:

"میرا اتباع کرو نیک کاموں میں، تقویٰ میں، تواضع میں اور اپنے نفس کو ذلیل سمجھنے میں۔"

تو ہے مجموعۂ خوبی و سراپائے جمال
کون سی تیری ادا دل کی طلبگار نہیں

(۴) مشہور صوفی شیخ ابو سلیمان دارانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

"میرے قلب پر بعض صوفیانہ رموز وارد ہوتے ہیں، مگر میں انہیں بغیر دو گواہ کتاب و سنت کے قبول نہیں کرتا۔"

(۵) قال اللہ تعالیٰ: ومن یطع الرسول فقد اطاع اللہ۔ الآیہ
یعنی اطاعتِ رسول خدا تعالیٰ کے حکم ہی کا ماننا ہے۔

اصل چیز اتباعِ سنت ہے اور جس کو پرکھنا ہو اسی معیار پر پرکھا جائے گا۔

جو شخص اتباعِ سنت کا جتنا زیادہ اہتمام کرے گا۔ اتنا ہی اللہ کے نزدیک محبوب و مقرب ہو گا۔ روشن دماغی چاہے اس کے پاس کو بھی نہ آئی ہو اور جو اتباعِ سنت سے جتنا دور ہے۔ اللہ تعالےٰ سے بھی اتنا ہی دور ہے، چاہے وہ مفکرِ اسلام، مفکرِ دنیا، مفکرِ سمٰوٰت بن جائے۔

(اکابر علمائے دیوبند)

اسی طرح زبانی کلامی محبت محبت پکارتا رہے اور بہت جھوم جھوم کر مجلس میں دو چار نعتیں پڑھ دے۔ اس سے حقیقی اور نافع محبت ثابت نہیں ہوتی۔

حُبِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری علامت یہ ہے کہ سنتِ نبوی کا پابند ہو اور بدعات سے متنفر ہو، شریعت (کتاب و سنت کے احکامات) کی نافرمانی نہ کرے۔

(۶) جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کرتا ہے۔ وہ آپ کا انکار کرتا ہے: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ "میری تمام اُمت جنت میں جائے گی مگر جو انکار کرے"۔ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے دریافت کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) وہ کون ہے جو آپ کا انکار کرتا ہے۔ آپ نے جواب دیا۔ جس نے میری اطاعت کی۔ وہ جنت مین داخل ہوا اور جس نے نافرمانی کی۔ اس نے مجھے نہ مانا اور میرا انکار کیا۔ (بخاری)

ف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین کو دل و زبان سے ماننا ایمان ہے اور اس کی اطاعت کرنا اس قلبی ایمان کی

علامت ہے اگر یہ علامت نہیں تو نافرمان اور منکر صورت میں یکساں ہیں۔

⑦ **سُنت سے محبت ۔ جنت کی کنجی ہے:** حضرت انس رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جس نے میری سُنّت سے محبت کی۔ اس نے مجھ
سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی۔ وہ میرے
ساتھ جنت میں ہوگا" (مشکوٰۃ)

ف اس حدیث سے معلوم ہوا کہ علامت آپ کی محبت کی۔ آپ کی سُنّت کی محبت ہے اور آپ کی محبت کی فضیلت بھی ثابت ہوئی کہ مفتاح الجنۃ ہے اور جنت کے ساتھ (جنت سے بڑھ کر نعمت) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت کی بھی موجب ہے۔

○

فصل پنجم

تعظیم و توقیر اور احترام و ادب کا وجوب اور اس میں اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عمل

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور اتباع تو اُمت پر فرض ہونا بھی چاہیئے تھا۔ کیونکہ انبیاء علیہم السلام کے بھیجنے کا مقصد ہی اس کے بغیر پورا نہیں ہوتا۔ لیکن حق تعالیٰ نے ہمارے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں صرف اسی پر اکتفا نہیں فرمایا، بلکہ اُمت پر آپ کی تعظیم و توقیر اور احترام و اُدب کو بھی لازم قرار دیا ہے اور قرآن کریم میں جا بجا اس کے آداب سکھائے ہیں۔ اللہ پاک نے شعائر اللہ کی تعظیم کرنے کو تقویٰ کی علامت قرار دیا۔ ارشاد ہے :

"ومن یعظم شعائر اللہ فانہا من تقوی القلوب۔ الآیہ

اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم اعظم شعائر اللہ سے ہیں۔

سورۃ توبہ میں ہے :

ما کان لاھل المدینۃ ومن حولہم من الاعراب ان یتخلفوا عن رسول اللہ ولا یرغبوا بانفسہم عن نفسہٖ۔ الآیہ

اور سورۃ نور میں ارشاد ہے :

" انما المؤمنون الذین امنوا باللہ و رسولہ واذا کانوا معہٗ علیٰ امر جامع لم یذھبوا حتی یستاذنوہ " الآیہ۔

اور سورۃ احزاب میں ہے :

" وما کان لکم ان تؤذوا رسول اللہ الی قولہ تعالیٰ ان الذین یؤذون اللہ و رسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا والاخرۃ واعدلھم عذاباً مھیناً "

اور سورۃ فتح میں ہے :

" انا ارسلناک شاھداً ومبشراً ونذیراً لتؤمنوا باللہ و رسولہٗ وتعزروہ وتوقروہ وتسبحوہ بکرۃً واصیلاً " الآیہ۔

اور سورۃ حجرات میں ہے :

" یا ایھا الذین اٰمنوا لاتقدموا، الیٰ قولہٗ تعالیٰ واللہ غفور رحیم " ۔ الآیہ

ان آیات کا حاصل یہ ہے کہ :

(۱) مدینہ کے رہنے والوں کو اور جو دیہاتی اُن کے گرد و پیش رہتے ہیں۔ ان کو یہ زیبا نہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ نہ دیں اور اپنی جان کو ان کی جان سے عزیز سمجھیں۔ بس مسلمان تو وہی ہیں، جو اللہ پر اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھتے ہیں اور جب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کسی ایسے کام پر ہوتے ہیں۔ جس کے لئے مجمع کیا گیا ہے اور اتفاقاً وہاں سے جانے کی ضرورت پڑتی ہے تو جب تک آپ سے اجازت نہ لیں اور آپ اس پر اجازت نہ دیدیں۔ مجلس سے اُٹھ کر نہیں جاتے۔ اے پیغمبر! جو لوگ آپ سے ایسے مواقع پر اجازت لیتے ہیں۔ بس وہی اللہ پر اور اُس کے

رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھتے ہیں تو جب یہ اہلِ ایمان لوگ ایسے مواقع پر اپنے کسی ضروری کام کے لئے آپ سے جانے کی اجازت طلب کریں تو ان میں سے آپ جس کے لئے مناسب سمجھ کر اجازت دینا چاہیں، اجازت دے دیا کریں اور اجازت دیکر بھی آپ ان کے لئے اللہ تعالےٰ سے مغفرت کی دُعا کیا کیجئے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے تم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بلانے کو جب وہ کسی ضرورتِ اسلامیہ کے لئے تم کو جمع کریں۔ ایسا معمولی بلانا مت سمجھو۔ جیسا تم میں ایک دوسرے کو بُلا لیتا ہے کہ چاہے آیا یا نہ آیا پھر آکر بھی جب تک چاہا بیٹھا۔ جب چاہا اُٹھ کر بے اجازت لئے چل دیا۔

(۲) اور (حرمت ایذاءِ نبوی صرف فضول جم کر بیٹھ جانے ہی کی صورت میں منحصر نہیں، بلکہ علی الاطلاق حکم ہے کہ) تم کو (کسی امر میں) جائز نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کلفت پہونچاؤ اور نہ یہ جائز ہے کہ تم آپ کے بعد آپ کی بیبیوں سے کبھی بھی نکاح کرو۔ یہ خدا کے نزدیک بڑی بھاری معصیت کی بات ہے (اور جس طرح یہ نکاح ناجائز ہے ایسے ہی اس کا ذکر کرنا یا دِل میں ارادہ کرنا سب گناہ ہے سو) اگر تم اس کے متعلق کسی چیز کو زبان سے ظاہر کروگے یا اس کے ارادہ کو دل میں پوشیدہ رکھوگے تو اللہ تعالےٰ (کو دونوں کی خبر ہوگی، کیونکہ وہ) ہر چیز کو خوب جانتے ہیں (پس تم کو اس پر سزا دیں گے اور ہم نے جو اُوپر حجاب کا حکم دیا ہے اس سے بعضے مستثنیٰ بھی ہیں، جن کا بیان یہ ہے کہ) پیغمبر کی بیبیوں پر اپنے باپوں کے سامنے ہونے کے بارہ میں کوئی گناہ نہیں اور نہ اپنے بیٹوں کے

یعنی جس کے بیٹا ہو اور نہ اپنے بھائیوں کے اور نہ اپنے بھتیجوں کے اور نہ اپنے بھانجوں کے اپنے دین شریک اور نہ اپنے دینی شریک عورتوں کے اور نہ اپنی لونڈیوں کے (یعنی ان کے سامنے آنا جائز ہے) اور اے پیغمبر کی بیبیو! (اِن احکام مذکورہ کے امتثال میں) خدا سے ڈرتی رہو۔ (کسی حکم کے خلاف نہ ہونے پاوے) بے شک اللہ ہر چیز پر حاضر ناظر ہے۔ (یعنی اس سے کوئی امر مخفی نہیں، پس خلاف میں احتمال سزا کا ہے) بیشک اللہ تعالےٰ اور اس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں۔ ان پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر اے ایمان والو! تم بھی آپ پر رحمت بھیجا کرو اور خوب سلام بھیجا کرو۔ (تاکہ آپ کا حق عظمت جو تمہارے ذمہ ہے ادا ہو) بے شک جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو قصدًا ایذا دیتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت کرتا ہے اور ان کے لئے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

(۳) اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے آپ کو اعمال اُمت پر قیامت کے دن گواہی دینے والا عمومًا اور دنیا میں خصوصًا مسلمانوں کے لئے بشارت دینے والا اور کافروں کے لئے ڈرانے والا کرکے بھیجا ہے اور اے مسلمانو! ہم نے ان کو اس لئے رسول بنا کر بھیجا ہے تاکہ تم اللہ پر اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاؤ اور اس کے دین کی مدد کرو اور اس کی تعظیم کرو (عقیدۃً بھی کہ اللہ تعالےٰ کو موصوف بالکمالات منزہ عن النقائص سمجھو اور عملاً کہ اطاعت کرو) اور صبح شام اس کی تسبیح و تقدیس میں لگے رہو۔

(۴) اے ایمان والو! اللہ و رسول کی اجازت سے پہلے تم کسی قول یا فعل میں

سبقت مت کیا کرو (یعنی جب تک قرائین قویّہ یا تصریح سے اذن گفتگو کا نہ ہو، گفتگو مت کرو) اور اللہ سے ڈرتے رہو بے شک اللہ تعالیٰ (تمہارے سب اقوال کو) سننے والا (اور تمہارے افعال کو) جاننے والا ہے (اور) اے ایمان والو! تم اپنی آوازیں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے بلند مت کیا کرو، اور نہ ان سے ایسے کھل کر بولا کرو۔ جیسے ایک دوسرے سے کھل کر بولا کرتے ہو (یعنی نہ بلند آواز سے بولو۔ جب کہ آپ کے سامنے بات کرنا ہو۔ گو باہم ہی مخاطبت ہو اور نہ برابر کی آواز سے جب کہ خود آپ سے مخاطبت کرو) کبھی تمہارے اعمال برباد ہو جاویں اور تم کو خبر بھی نہ ہو، اس کا مطلب یہ ہے کہ رفع صوت کہ صورۃً بے باکی ہے اور جہر کجہر مابینہم گستاخی ہے۔ (نشر الطیب)

یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین باوجودیکہ ہر وقت ہر حال میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شریک کار رہتے تھے اور ایسی حالت میں احترام و تعظیم کے آداب ملحوظ رکھنا بہت مشکل ہوتا ہے، لیکن ان کا یہ حال تھا کہ آیت مذکورہ نازل ہونے کے بعد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کچھ عرض کرتے تو اس طرح بولتے تھے۔ جیسے کوئی پوشیدہ بات کو آہستہ کہا کرتا ہے، یہی حال حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا تھا۔

(شفاء) (کچھ تفصیل رسالہ کے ختم پر بھی ہے)

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کوئی مجھے دنیا میں محبوب نہ تھا اور میرا یہ حال تھا میں آپ کی طرف نظر بھر کر دیکھ بھی نہیں سکتا تھا اور اگر کوئی مجھ سے آپ کا حلیہ مبارک دریافت

کرے تو میں بیان کرنے پر اس لئے قادر نہیں کہ میں نے کبھی آپ کو نظر بھر کر دیکھا ہی نہیں۔

ترمذی نے حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے نقل کیا ہے کہ مجلس صحابہ میں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے تھے تو سب نیچی نظریں کر کے بیٹھتے تھے، صرف صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہما آپ کی طرف نظر کرتے اور آپ ان کی طرف نظر فرما کر تبسم فرماتے تھے۔

اسامہ بن شریک رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، کیا دیکھتا ہوں کہ آپ کے صحابہ (رضی اللہ عنہم) آپ کے ارد گرد (ادباً) اس طرح بے حس و حرکت خاموش بیٹھے ہیں گویا کہ ان کے سروں پر کوئی پرندہ (گھوم رہا) ہے۔ اس حدیث کو چار کتابوں میں روایت کیا ہے اور ترمذی نے اس کو صحیح کہا ہے۔

حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قصہ میں ذکر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ آپ کی ہیبت و عظمت کی وجہ سے آپ سے براہِ راست سوال کرتے ہوئے ڈرتے تھے۔ اس لئے انہوں نے ایک دیہاتی شخص سے کہا کہ وہ آپ سے دریافت کرے کہ قرآن کریم میں فمنہم من قضیٰ نحبہٗ کا مصداق کون شخص ہے۔ اس نے آپ سے پوچھا مگر آپ نے اُسے جواب نہ دیا۔ اس اثناء میں طلحہ آنکلے تو آپ نے فرمایا یہ وہ شخص ہیں۔ جو آیت بالا کا مصداق ہیں۔

(اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا ہے۔)

- - - - -

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار کے ساتھ صحابہ رضی اللہ عنہم کا تبرک حاصل کرنا

ذیل کی حدیث صحیح مسلم کی ہے | حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ:

"میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ حجام آپ کا سر مونڈ رہا ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم آپ کو گھیرے ہوئے بیٹھے ہیں اور مقصد صرف یہ ہے کہ جو بال آپ کے سر مبارک سے گرے وہ کسی نہ کسی کے ہاتھ پڑ جائے۔" (اس حدیث کو مسلم نے روایت کیا ہے)

یہ حدیث مسلم و بخاری میں ہے | حضرت اُم سلیم رضی اللہ عنہا جو حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں۔ ایک نیک مائی ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کبھی دوپہر کو ان کے گھر سوتے، بستر چمڑے کا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پسینہ بہت آیا کرتا تھا۔ حضرت اُم سلیم رضی اللہ عنہا پسینے کی بوندوں کو جمع کر لیتیں اور شیشی میں بہ احتیاط رکھ لیتی تھیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ایسا کرتے دیکھا تو پوچھا یہ کیا! انہوں نے کہا کہ:

عرقك نجعله فی طیبنا وھو من اطیب الطیب۔ | یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پسینہ ہے ہم اسے عطر میں ملا لیں گی اور یہ تو سب عطروں سے بڑھکر عطر ہے۔

(متفق علیہ)

اور مسلم کی روایت میں یہ بھی اضافہ ہے کہ جب اُن سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم

نے دریافت فرمایا کہ اس کا کیا کرتی ہو؟ تو انہوں نے عرض کیا۔"

ہم اُسے اپنے بچوں کے لئے باعث برکت اور تبرک سمجھتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "اَصَبْتِ" تم نے ٹھیک کیا۔ بعض صحیح روایات سے تو یہاں تک معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود اپنے مُبارک بالوں کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں تقسیم فرمایا کرتے تھے۔ (صحیح بخاری و مسلم)

صحیح بخاری باب غزوۃ الطائف میں ایک حدیث ہے کہ:

" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک پانی کے برتن میں کلی کرکے حضرت ابو موسیٰ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہم کو عطا فرمایا کہ اس کو پی لیں اور اپنے چہرے پر مل لیں۔ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا پردہ کے پیچھے یہ واقعہ دیکھ رہی تھیں۔ انہوں نے اندر سے آواز دے کر ان دونوں بزرگوں سے کہا کہ اس تبرک میں سے کچھ اپنی ماں یعنی اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کے لئے چھوڑ دینا۔"

(اس حدیث میں ظاہر ہے کہ نزول حجاب کے بعد ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن گھروں اور پردوں کے اندر رہتی تھیں۔)

<u>فائدہ</u>: اس روایت میں یہ بات بھی قابلِ نظر ہے کہ ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تبرکات کی ایسی ہی شائق تھیں جیسے دوسرے مسلمان، یہ بھی آپ کی ذاتِ اقدس ہی کی خصوصیت تھی۔ ورنہ بیوی سے جو بے تکلفی شوہر کو ہوتی ہے۔ اس کے ساتھ اس کے تقدس و تعظیم کا یہ درجہ قائم رہنا عادتاً ناممکن ہے۔ (معارف القرآن)

آؤ ہم محبت کریں اور محبت کرنا ان سے سیکھیں۔ جن کو خدا نے خود اپنے پیارے

کی محبت و صحبت کے لئے چُن لیا تھا۔

یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ محبت ہی ادب و توقیر سکھاتی ہے اور محبت ہی اتباع و اطاعت پر آمادہ کرتی ہے۔ تعظیم وہی تعظیم ہے۔ جس کا منشاء محبت ہو اور اکرام وہی اکرام ہے۔ جس کا مبداء محبت ہو۔

(۱) عروہ بن مسعود ثقفی کو قریش نے صلح حدیبیہ سے پیشتر اپنا سفیر بنا کر حضور عالی میں روانہ کیا تھا۔ اُسے سمجھایا گیا تھا کہ مسلمانوں کے حالات کو ذرا غور سے دیکھے اور قوم کو آکر بتائے۔ عروہ نے دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم وضو کرتے ہیں تو بقیہ آب وضو پر صحابہ رضی اللہ عنہم یوں گرے پڑتے ہیں۔ گویا ابھی لڑ پڑیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لب (لعاب دہن) وغیرہ کو زمین پر گرنے نہیں دیتے۔ وہ کسی نہ کسی کے ہاتھ ہی پر رُوک لیا جاتا ہے۔ جسے وہ منہ پر مل لیتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کوئی حکم دیتے ہیں تو تعمیل کے لئے سب دوڑے پھرتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کچھ بولتے ہیں تو سب چُپ ہو جاتے ہیں۔ تعظیم کا یہ حال ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب آنکھ اُٹھا کر نہیں دیکھتے۔ عروہ نے یہ سب کچھ دیکھا اور قوم سے آکر بیان کیا:

"لوگو! میں نے کسریٰ کا دربار بھی دیکھا اور قیصر کا دربار بھی دیکھا نجاشی کا دربار بھی دیکھا۔ مگر اصحاب محمد (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) جو تعظیم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی کرتے ہیں، وہ تو کسی بادشاہ کو بھی اپنے ملک میں حاصل نہیں۔"

(۲) <u>امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی روایت</u>: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا

بیان ہے کہ حضرت ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

"میں نے حضرت عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا کہ مجھے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا اُن کے گھرانے سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے چند بال مُبارک ملے ہیں تو انہوں نے فرمایا کہ اگر میرے پاس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک بال بھی ہو تو مجھے دنیا وما فیہا سے زیادہ محبوب ہو" (صحیح بخاری کتاب الوضوء)

ایک اور صحیح حدیث میں آتا ہے کہ:

"اُم المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس لوگ بیماروں کے لئے پانی بھیجتے تو آپ (رضی اللہ عنہا) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اُن مُبارک بالوں کو جو آپ نے ایک نلکی یا خول میں رکھے ہوئے تھے۔ اس پانی میں ہلا دیتیں اور وہ پانی پھر مریض کو پلوا دیتیں"

(بخاری کتاب الوضوء)

(۳) یہ روایت امام مسلم کی ہے۔ جُبہ مبارک سے تبرک: امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی ہے کہ:

"وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے طیالسی جُبّہ کو دھو کر مریضوں کو شفا کے لئے اس کا پانی پلاتی تھیں

فنحن نغسلہا للمرضیٰ نستشفیٰ بہا۔

(صحیح مسلم کتاب اللباس ج ۲)

مذکورہ بالا احادیث صحیح کتابوں سے لی گئی ہیں اور یہ اُن بیسیوں احادیث میں سے چند ایک ہیں، ہم طوالت کے خوف سے ان روایات پر ہی اکتفا کرتے ہیں اور

یہ تمام اس بات پر دال ہیں کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے منسوب اور اُن سے وابستہ اشیاء سے بھی کس قدر محبت کرتے تھے اور اُن سے تبرک بھی حاصل کرتے تھے۔

(۴) زید بن وثنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کفار نے پکڑ لیا اور قریش نے قتل کے لئے ان سے خرید لیا تھا۔ جب ان کو سولی دینے کے لئے چلے تو ابوسفیان بن حرب[1] نے ان سے کہا۔ زید تجھے خدا ہی کی قسم۔ تم چاہتے ہو؟ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پھانسی دی جاتی اور تم اپنے گھر میں آرام سے ہوتے۔

زید نے کہا۔ خدا کی قسم میں تو یہ بھی نہیں چاہتا کہ میری رہائی کے بدلے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پائے مبارک میں اپنے گھر کے اندر بھی کانٹا لگے۔

ابوسفیان حیران رہ گیا اور یوں کہا کہ میں نے تو کسی کو بھی نہ دیکھا۔ جو دوسرے شخص سے ایسی محبت رکھتا ہو۔ جیسے اصحاب محمد رضی اللہ عنہم کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔

(۵) عبید اللہ بن یزید صحابی رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے۔ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اہل و مال سے زیادہ پیارے ہیں۔ جب حضور مجھے یاد آتے ہیں تو میں گھر میں ٹک نہیں سکتا۔ آتا ہوں اور حضور کو دیکھ کر تسلی پاتا ہوں۔ مگر میں اپنی موت اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی موت کا تصوّر کر کے کہا کرتا ہوں کہ حضور تو فردوسِ بریں میں انبیاء علیہم السلام

---

[1] جو بعد میں مسلمان ہو گئے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سسر بھی ہیں۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم)

کے بلند درجہ پر ہوں گے۔ میں اگر بہشت میں پہنچا بھی تو کسی ادنیٰ مقام میں ہوں گا اور وہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار نہ پاسکوں گا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے یہ آیت پڑھکر سنائی اور اُس کے قلب کو سکینہ عطا فرمایا۔

ومن یطع اللہ والرسول	جو کوئی اللہ اور رسول کی اطاعت
فاولٰئک مع الذین انعم اللہ	کرتا ہے وہ اُن لوگوں کے ساتھ ہوگا
علیہم۔ الآیہ	جن پر خدا کا انعام ہوا۔

ایک اور صحابی رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے۔ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آتے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی جانب تاک لگائے دیکھتے رہتے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا۔ یہ کیا بات ہے۔ وہ بولے میں سمجھتا ہوں کہ دنیا ہی میں اس دیدار کی بہار لوٹ لوں۔ آخرت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقامِ رفیعہ تک تو ہماری رسائی بھی نہ ہوگی۔ اس واقعہ پر اللہ تعالےٰ نے آیت بالا ومن یطع اللہ والرسول کو نازل فرمایا۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث انس رضی اللہ عنہ میں صاف ہی فرمادیا:

من احبنی کان معی فی	جو کوئی مجھ سے محبت رکھتا ہے۔ وہ
الجنۃِ۔	میرے ساتھ جنت میں ہوگا۔

اس حدیث کی ابتداء میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا اگر تو ایسی صبح وشام میں زندگی بسر کر سکتا ہے کہ تیرے دل میں کسی کا کینہ نہ ہو۔ تو ضرور ایسا ہی کر۔ پھر فرمایا۔ یہی میری روش ہے۔ جس نے میری روش کو زندہ کیا۔ اُس نے مجھ سے محبت کی۔ (رواہ الترمذی)

(۶) جنگ اُحد کا ذکر ہے۔ ایک عورت کا بیٹا۔ بھائی۔ شوہر قتل ہو گئے تھے وہ مدینہ سے نکل کر میدانِ جنگ میں آئی۔ اس نے پوچھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیسے ہیں۔ لوگوں نے کہا بحمد اللہ وہ تو بخیریت ہیں جیسا کہ تو چاہتی ہے۔ بولی نہیں مجھے دکھا دو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لوں۔ جب اس کی نگاہ چہرہ مُبارک پر پڑی۔ تو وہ جوش دل سے بول اُٹھی۔ کل مصیبۃٍ بعدك جلل" آپ زندہ ہیں۔ تو اب ہر مصیبت کی برداشت آسان ہے۔ [1]

(۷) عبداللہ بن اُبی رئیس المنافقین تھا اور اس کا بیٹا عبداللہ رضی اللہ عنہ صادقین میں سے تھا۔ اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے گزارش کی لوشئت لاتیت براسہ"۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم چاہیں تو میں اپنے باپ کا سر کاٹ کر لے آؤں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار فرمادیا۔

(۸) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح حدیبیہ کے موقع پر عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو مکہ میں اپنا سفیر بنا کر بھیجا۔ قریش نے کہا۔ تم بیت الحرام میں آ گئے ہو۔ طواف تو کر لو۔ انہوں نے جواب دیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پیشتر کبھی طواف نہ کروں گا۔

(۹) حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمہاری محبت کیسی ہوتی تھی۔ فرمایا بخدا نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو مال و اولاد فرزند و مادر سے زیادہ محبوب اور اس سے زیادہ پیارے

---

[1] زرقانی ج ۶ ص ۲۹۰ یہ خاتون بلند پایہ ہند زوجہ عمرو بن الجموح انصاریہ ہیں۔ رضی اللہ عنہا۔

تھے، جیسا ٹھنڈا پانی پیاسے کو ہوتا ہے۔ ؎۱

جذبات محبت کو دیکھنا ہو تو اس وقت دیکھو جب کوئی صحابی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرتا ہو

حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں :

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من احسن الناس خلقا ولا مسست خزاً ولا حریراً ولا شیئاً کان الین من کف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولا شممت مسکا قط ولا عطراً کان اطیب من عرق النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ ؎۲	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خوش خلقی میں سب سے بڑھے ہوئے تھے۔ میں نے ریشم کا دبیز یا باریک کپڑا یا کوئی اور شئے ایسی نہیں چھوئی جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ہتھیلی سے زیادہ نرم ہو میں نے کبھی کوئی کستوری یا کوئی عطر ایسا نہیں سونگھا جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پسینہ سے زیادہ خوشبو والا ہو۔

جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے کسی شخص نے پوچھا کہ کیا نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا چہرہ تلوار جیسا چمکیلا تھا تو بول اُٹھے :

لا بل کان مثل الشمس	نہیں نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا

؎۱ یہ مثال عرب جیسے ملک میں بخوبی سمجھ میں آسکتی ہے۔ جہاں پانی نہ ملنے سے بیسیوں اشخاص جنگلوں میں مرجایا کرتے تھے۔

؎۲ شمائل ترمذی، صحیحین میں عطر کی جگہ عنبرۃ اور عرق کی جگہ رائحۃ ہے۔

والقمر۔ ؎۱ — چہرہ تو آفتاب و ماہتاب جیسا تھا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں :

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم ازهر اللّون كان عرقهٗ اللؤلو۔ ؎۲ — نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رنگ سفید روشن تھا۔ پسینہ کی بوند حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ پر ایسی نظر آتی تھی، جیسے موتی۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ :

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسجد سے نکل کر گھر کو چلے تو بچوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو گھیر لیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر ایک کو پیار دیتے (پیار کرتے تھے) اس کے منہ پر ہاتھ پھیرتے تھے۔ میرے رُخسار پر بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ رکھا۔ میرے ٹھنڈک سی پڑ گئی اور ایسی خوشبو آئی۔ گویا وہ ہاتھ ابھی عطردان سے نکالا گیا تھا" ؎۳

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ:

من راه بديهة هابه ومن خالطه معرفة احبهٗ فيقول ناعتهٗ لم ارقبلهٗ ولا بعدهٗ مثلهٗ۔ ؎۴ — جو کوئی یکایک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آجاتا۔ وہ دہل جاتا۔ جو پہچان کر آبیٹھتا۔ وہ شیدا ہو جاتا۔ دیکھنے والا کہا کرتا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم جیسا کوئی بھی اس سے پہلے یا پیچھے نہیں دیکھا۔

رُبیع بنت معوذ صحابیہ ہیں۔ ان سے عمار بن یاسر کے پوتے نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

؎۱ رواہ المسلم ؎۲ صحیحین ؎۳ صحیح مسلم ؎۴ رواہ الترمذی

کا کچھ حلیہ بیان فرمائیے۔ انہوں نے فرمایا:

لو رایتہٗ رایت الشمس طالعۃ۔ — اگر تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لیتا تو سمجھتا کہ سورج نکل آیا۔

جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ چاندنی رات تھی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حُلّہ حمرا اوڑھے ہوئے لیٹے تھے۔ میں کبھی چاند کو دیکھتا تھا۔ کبھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نگاہ ڈالتا تھا۔

فاذا ھو احسن عندی من القمر۔ ؎ — بالآخر میں نے تو یہی سمجھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم چاند سے زیادہ خوشنما ہیں۔

اس روایت میں لفظِ عندی عجیب طور پر لذت دید اور ذوق نظارہ کو ظاہر کر رہا ہے۔

وہی چہرہ جس کے دیدار سے جابر رضی اللہ عنہ کی آنکھیں روشن ہوتی ہیں۔ عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے قلب کو منور کرتا ہے۔ حدیث ترمذی میں ہے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ میں آپ کو دیکھنے گیا تھا۔ فلما استبینت وجہہٗ عرفت ان وجہہٗ لیس بوجہ کذاب۔ یعنی مجھے تو چہرہ نظر آتے ہی عرفان ہو گیا کہ جھوٹے میں یہ بات کہاں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایام خلافت میں رات کو گشت کے لئے نکلے۔ سُنا کہ ایک عورت دھنک رہی ہے اور یہ اشعار پڑھ رہی ہے۔

علی محمد صلوۃ الابرار — صلی علیہ الطیبون الاخیار

؎ رواہ الترمذی والدارمی۔

قد کان قوا ما بکی بالاسحار　　یالیت شعری والمنایا اطوار

هل تجمعنی وحبیبی الدار[1]

حضرت عمرؓ وہیں بیٹھ گئے، روتے رہے اور چند دن تک صاحب فراش رہے مجھے جذبات محبت کا دکھانا مقصود ہے۔

ذرا حسان بن ثابت کے ان اشعار کو دیکھو، جو وفات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر ہیں کہ:

حیناً یقیک التراب لہفی لیتنی　　غیبت قبلک فی بقیع الغرقد

أُقیم بعدک بالمدینۃ بینہم　　یالہف نفسی لیتنی لم اُولد

فظللت بعد وفاتہ متلدداً　　یالیتنی اسقیت سم الاسود

اوحل امراللہ فینا عاجلاً　　من یومنا فی روحۃ اوفی غد

فتقوم ساعتنا فنلقی طیباً　　محصناً ضرائبہ کریم المحتد

واللہ اسمع ماحییتُ بہالک　　الا بکیت علی النبی مُحمّد

صلی الالٰہ ومن یحف بعرشہ　　والطیبون علی المبارک احمد

ترجمہ: جب مٹی نے آپ کو چھپایا، تو مجھے دریغ آتا تھا کہ میں کیوں اس سے پیشتر قبر میں نہیں جا چکا تھا۔ کیا اب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مدینہ میں لوگوں کے اندر بھی بیٹھا کروں گا۔ ہائے افسوس! میں

---

[1] محمد پر ابرار کے درود اس پر طیبون و اخیار درود پڑھ رہے ہیں۔ وہ تو راتوں کو جاگنے والے سحر کو رونے والے تھے۔ موت تو بہتری طرح آتی ہے۔ کاش! مجھے یقین ہو جائے کہ مرنے کے بعد بھی مجھے حضور کی زیارت ہوگی۔

پیدا ہی نہ ہوا ہوتا۔ میں تو وفات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد از
ہوش رفتہ بن گیا ہوں۔ کاش! کوئی کالا سانپ آئے۔ مجھے ڈس
جائے یا الٰہی آج ہی یا کل ہی تک موت آجائے یا قیامت ہی کھڑی
ہو جائے کہ ہم طیّب پاک کریم النفس جمیل الشیم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم سے جاملیں۔ خدا خوب سُنتا ہے۔ میں تو جب تک زندہ رہوں گا
محمد نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر رُوتا ہی رہوں گا۔ خدا اور حاملانِ عرش اور
سب طیّب لوگ احمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درُود بھیجیں۔

حضرت بلال رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ کے اذان دینے پر حالت

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ
فرمایا کرتے تھے :

"بیت المقدس کی فتح کے بعد حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا قیام ملک
شام میں تھا، ایک دن اُن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں
زیارت ہوئی، ارشاد فرمایا۔ بلال! یہ کیا جفا ہے کہ میری زیارت کرنے
کا وقت نہیں آتا، یہ خواب دیکھتے ہی حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کی آنکھ کھلی تو نہایت غمگین، خوفزدہ، پریشان تھے، فوراً اُونٹ پر
سوار ہو کر مدینہ طیبہ حاضر ہوئے اور روتے ہوئے مزار پاک پر
حاضر ہوئے۔ حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما خبر سُنکر تشریف
لائے اور بلال رضی اللہ عنہ سے اذان کہنے کی فرمائش کی، یہ ان سے
مل کر لپٹ گئے اور صاحبزادوں کی تعمیل وارشاد میں اذان کہی،

آواز سنکر گھروں سے مرد عورتیں بے قرار روتی ہوئی نکل آئیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کی یاد نے سب ہی کو تڑپا دیا۔"

یہاں استدلال اس خواب سے نہیں ہے، بلکہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے سفر سے ہے، (زیارت کے لئے یہ عمل خصوصی صحابی کا ہے) اور یہ عمل اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم کے سامنے کا ہے اور کسی سے اس پر انکار ثابت نہیں جس کو علماء کرام صحابہ کے اجماع سکوتی سے تعبیر کرتے ہیں اور حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالی عنہ مستقل قاصد مدینہ پاک بھیجا کرتے تھے تاکہ قبر اطہر پر ان کا سلام پہنچائے۔

علاماتِ حُبّ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

صحابہ رضی اللہ تعالی عنہم سمجھے ہوئے تھے کہ محبت صرف ایمائے لفظی سے ثابت نہیں ہو سکتی ہے۔ ودود الغفور نے بھی ان لوگوں کو جو محبتِ خدا کا دعویٰ رکھتے تھے۔ صاف طور پر فرما دیا تھا۔

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی۔ — اگر خدا سے محبت ہے تو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اتباع کرو۔

اس لئے صحابہ رضی اللہ عنہم نے اتباع رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں وہ وہ کام کئے۔ جو ہزاروں سال تک اسلام کی صداقت اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے خلوص اور محبۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحیح معنی کا مفہوم ظاہر کرتے رہینگے۔

صحابہ رضی اللہ تعالی عنہم کے حالات سے واضح ہوتا ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب اور توقیر و تعظیم کیونکر کیا کرتے تھے۔ مغیرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے

کہ اگر صحابی رضی اللہ عنہ کو حضور کے درِ دولت پر دستک کی بھی ضرورت پڑا کرتی تو وہ اپنے ناخنوں کے ساتھ دروازہ کو کھٹکھٹایا کرتا تھا۔

کوئی صحابی رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایسی آواز سے نہ بولتا کہ اس کی آواز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے اُونچی ہوتی۔ اس اَدب کی تعظیم خود خدائے برتر نے دی تھی۔

لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی۔ — لوگو! اپنی آواز کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے بلند نہ کرو۔

ائمہ اعلام اس حکم کو دوام کے لئے قرار دیتے ہیں۔ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم صوت النبی ہے۔ حدیث پاک کے ہوتے اپنی قال وقیل کو پیش کرنا یا اپنی رائے اور سمجھ کو شامل کرنا صوت النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی صوت کو بلند کرنا ہے نہی بالا کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی مدح بھی فرمائی ہے جو ان آداب کی پابندی کرتے ہیں۔ فرمایا:

ان الذین یغضون اصواتھم عند رسول اللہ اولٰئک الذین امتحن اللہ قلوبھم للتقویٰ۔ — جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنی آواز کو پست رکھتے ہیں یہ وہی ہیں۔ جن کے دلوں کا امتحان خدا تعالیٰ نے تقویٰ میں لیا ہے۔

پس محبۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک علامت ہمارے لئے یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام اور فرمودہ کی عزت ہمارے دل میں ہو اور جب کوئی حکم صحیح طور پر نبی معصوم صلی اللہ علیہ وسلم سے جس کی اطاعت خدا نے ہم پر فرض کی ہے ہم کو مل جائے۔ اس وقت اس کی قبولیت اور تعمیل میں ہم کو ذرا تامل اور عذر

باقی نہ رہے۔

محبت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک علامت یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکرِ خیر زبان پر اکثر جاری رہے۔ حدیث میں ہے کہ:

من احبَّ شیئًا اکثر ذکرہٗ۔[1] جس کسی کو کوئی چیز پیاری ہوتی ہے وہ اس کا ذکر اکثر کیا کرتا ہے۔

محبت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک علامت یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر دُرود شریف کی کثرت کی جائے۔ کم از کم کثرت کی تعداد حضرت گنگوہی قدّس سرہٗ نے تو تین سو لکھی ہے۔ لیکن حسب مقدور کم و بیش کوئی مقدار ضرور مقرر کر لیجائے۔ اس رسالہ کے آخر میں ماثورہ درود و سلام کی ایک چہل حدیث شریف ہے۔ اس کو معمول بنانا بھی باعثِ سعادتِ دارین ہے۔

محبت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک علامت یہ ہے کہ آلِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سچے دل اور شفافِ قلب سے محبت ہو۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے حال میں ہے کہ جب وہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے روزینے مقرر کرنے لگے تو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اپنے فرزند کا روزینہ تین ہزار مقرر کیا۔ اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کا تین ہزار پانچ سو سالانہ۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا۔ اسامہ کو کون سی فضیلت حاصل ہے۔ وہ کسی غزوہ میں میری طرح حاضر نہیں رہا۔ فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا۔ اُس کا باپ تیرے باپ سے اور وہ خود تجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ پیارے تھے

---

[1] زرقانی ج ۶، ص ۱۸۵

اس لئے میں نے اپنے پیارے پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے کو ترجیح دی ہے۔

حضرات حسنین رضی اللہ عنہما اور ان کے ابوین طیبین کی محبت عین محبت النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اُن کے فضائل یاد رکھنا۔ بیان کرنا ان کے اُسوۂ حسنہ پر عمل کرنا عین محبت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

مہاجرین وانصار رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے جن کے اوصاف قرآن مجید واحادیث پاک میں بکثرت موجود ہیں۔ محبت رکھنا محبت النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اتباع صحابہ اور متابعت سنت خلفاء عین محبت النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے فضائل اور ان کے حقوق کے بارے میں حضرات علماء کرام نے بہت سی کتابیں لکھیں ہیں۔ ہمارے زمانے میں حضرت جی، مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے "حیات الصحابہ" کئی جلدوں میں لکھی۔ مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے "مقام صحابہ" لکھی اور مجدد تبلیغ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد پر حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا نور اللہ مرقدہٗ نے آج سے پچاس سال قبل ایک رسالہ "حکایاتِ صحابہ" تحریر فرمایا جو تبلیغی نصاب میں بھی شامل ہے۔ یہاں اس کے آخری باب سے تبرکاً چند سطور لکھی جاتی ہیں۔ رسالہ کے شروع میں حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

"صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی جماعت جس کو اللہ جل شانہٗ نے اپنے لاڈلے نبی اور پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مصاحبت کے لئے چُنا، اس کی مستحق ہے۔ کہ اس کا اتباع کیا

جائے اور خاتمہ پر تحریر فرمایا۔ اخیر میں ایک ضروری امر پر تنبیہ بھی اشد ضروری ہے۔ وہ یہ کہ اس آزادی کے زمانہ میں جہاں ہم مسلمانوں میں دین کے اور بہت سے اُمور میں کوتاہی اور آزادی کا رنگ ہے۔ وہاں حضراتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی حق شناسی اور ان کے اُدب و احترام میں بھی حد سے زیادہ کوتاہی ہے۔ بلکہ اس سے بڑھکر بعض دین سے بے پرواہ لوگ تو ان کی شان میں گستاخی تک کرنے لگتے ہیں۔ حالانکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دین کی بنیاد ہیں دین کے اول پھیلانے والے ہیں۔ ان کے حقوق سے ہم لوگ مرتے دم تک بھی عہدہ برآ نہیں ہو سکتے۔ حق تعالیٰ شانہٗ اپنے فضل سے ان پاک نفوس پر لاکھوں رحمتیں نازل فرمائیں کہ انہوں نے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے دین حاصل کیا اور ہم لوگوں تک پہنچایا۔''

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

''حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے اعزاز و اکرام میں داخل ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کا اعزاز و اکرام کرنا اور اُن کے حق کو پہچاننا اور ان کا اتباع کرنا اور اُن کی تعریف کرنا اور ان کے لئے استغفار و دعائے مغفرت کرنا اور ان کے آپس کے اختلافات میں لب کشائی نہ کرنا اور مؤرخین[۱] شیعہ

---

[۱] دراصل آج کل جہالت کے دور میں قرآن و حدیث کی محکم نصوص کے (باقی آئندہ صفحہ پر)

بدعتی[1] اور جاہل راویوں کی ان خبروں سے اعراض کرنا جو ان حضرات کی شان میں نقص پیدا کرنے والی ہوں اور اس نوع کی کوئی روایت اگر سُننے میں آئے تو اس کی کوئی اچھی تاویل کرے اور کوئی اچھا عمل تجویز کرے کہ وہ اس کے مستحق ہیں"

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

"میرے صحابہ (رضی اللہ عنہم) کو گالیاں نہ دیا کرو۔ اگر تم میں سے کوئی شخص اُحد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرے تو وہ صحابہ (رضی اللہ عنہم) کے ایک مُد یا آدھے مُد کے برابر بھی ثواب کے اعتبار سے نہیں ہو سکتا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کے علاوہ تمام مخلوق میں سے میرے صحابہ (رضی اللہ عنہم) کو چھانٹا ہے اور ان میں سے چار کو ممتاز کیا ہے، ابوبکر، عمر عثمان، علی (رضی اللہ عنہم) ان کو میرے سب صحابہ (رضی اللہ عنہم) سے افضل قرار دیا"

سہل بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ:

"جو شخص حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کی تعظیم

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) مقابلہ میں نام نہاد مفکرین اسلام اور مؤرخین کی روایات کو ترجیح دی جاتی ہے اور اس حماقت کو ریسرچ تحقیقات اور تنقیحات وغیرہ کہا جاتا ہے۔ چاہے وہ خرافات، دین کے مسلمہ عقائد کے خلاف کیوں نہ ہوں۔

[1] اس طرح آج کل کے بیباک اہل قلم مثلاً مودودی پرویزی وغیرہ کا بھی یہی حکم ہے۔

نہ کرے۔ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی پر ایمان نہیں لایا۔ اللہ جل شانہٗ اپنے لطف وکرم سے اپنی گرفت سے اور اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عتاب سے مجھ کو اور میرے دوستوں، محسنوں اور ملنے والوں کو میرے مشائخ کو، تلامذہ کو اور سب مؤمنین کو محفوظ رکھے اور ان حضراتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی محبت سے ہمارے دلوں کو بھر دے۔ آمین۔ برحمتک یا ارحم الراحمین"

جان دیدے کے خریدار بنے ہیں انصار
عشق زار مدنی مصر کا بازار نہیں
صید مژگانِ محمد ہیں غزالانِ حرم
اس لئے ناوکِ پیکان کے سزاوار نہیں

ضوابط و مصالح سے بالاتر۔ نازک اور خوفناک مسئلہ

قادر مطلق غیور اور غنی عن العالمین جل شانہٗ کی محبت کا معاملہ

اللہ تعالیٰ کی ذات اتنی بڑی ہے کہ اس کی زیادہ سے زیادہ بڑائی جو کسی کے بھی ذہن و گمان میں آسکے۔ وہ اس سے بھی بڑا ہے۔ یہی معنیٰ ہیں۔ اللہ سب سے بڑا ہے۔ اس جل جلالہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا حبیب بنایا ہے۔ جس کا مطلب اللہ تعالیٰ کا محبوب ہونا ہے۔ ایک خاص محبت کے ساتھ جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے ساتھ مخصوص ہے۔ اس رب العزت نے اپنے ماننے والوں کو اپنے حبیب کے ادب اور ان سے محبت کرنے کا جس تاکید کے ساتھ حکم دیا ہے۔ اس کا کچھ بیان اس رسالہ میں ناظرین نے پڑھ لیا۔

اس میں ادب و محبت کی غیر معمولی اہمیت کو سمجھنے کے لئے دو باتیں نہایت ڈرنے اور سوچنے کی ہیں۔ ایک اللہ پاک کا ارشاد لاترفعوا اصواتکم الآیہ اور ایک حدیث لا یومن احدکم۔ الحدیث

آیت شریفہ اور حدیث پاک دونوں اس رسالہ میں آچکی ہیں۔ یہاں ان دونوں ارشادات کی تھوڑی سی تفصیل لکھی جاتی ہے۔

آیت کی تفسیر حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی بیان القرآن سے مختصر طور پر نقل کرتا ہوں۔ رب الارباب کا ارشاد ہے

"یاایہا الذین امنو لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ولا تجہروا لہ بالقول کجہر بعضکم لبعض ان تحبط اعمالکم وانتم لا تشعرون"

"اس آیت کا شان نزول بخاری شریف میں یہ ہے کہ ایک مرتبہ قبیلہ بنو تمیم کے لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ یہ بات زیر غور تھی یعنی مشورہ ہو رہا تھا کہ اس قبیلہ پر حاکم کس کو بنایا جائے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے قعقاع بن معبد کی نسبت رائے دی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اقرع بن حابس کی رائے دی۔ اس معاملہ میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے مابین آپ کی مجلس میں گفتگو ہوگئی اور اس میں دونوں کی آوازیں بلند ہوگئیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے براہِ راست نہیں، بلکہ صرف مجلس مُبارک میں آپس ہی میں بلند آواز سے گفتگو کرنے پر اللہ تعالےٰ کی طرف سے اتنی سخت تنبیہ ہوئی کہ اے ایمان والو! اگر تم سے یہ حرکت ہوئی تو اس بات کا اندیشہ ہے کہ تمہارے اعمال حبط ہو

جائیں گے اور تمہیں اس بات کا احساس بھی نہ ہو گا۔ یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ حبط اعمال یعنی سابقہ اعمال صالحہ کو ضائع کر دینے والی چیز تو بہ اتفاق اہلِ سنت والجماعت صرف کفر ہے۔ کسی اور معصیت سے دوسرے اعمالِ صالحہ ضائع نہیں ہوتے اور یہاں خطاب مؤمنین اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ہے۔ جس سے اس فعل کا کفر نہ ہونا ثابت ہوتا ہے تو حبط اعمال کیسے ہوا؟ دوسرے آیت کے آخر میں انتم لا تشعرون ہے کہ تمہیں اس کی خبر بھی نہ ہوگی۔ ایمان کی طرح کفر تو اختیاری چیز ہے۔ جب اس کی خبر تک نہ ہوگی تو اس پر کفر کی سزا کیسے مرتب ہوگی۔ حضرت فرماتے ہیں کہ معنی اس آیت کے یہ ہیں کہ مسلمانو! تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے اپنی آواز کو بلند کرنے اور بے محابا جہر کرنے سے بچو۔ کیونکہ ایسا کرنے میں خطرہ ہے کہ تمہارے اعمال حبط ہو جائیں اور ضائع ہو جائیں اور وہ خطرہ اس لئے ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے پیش قدمی یا ان کی آواز پر آواز کو بلند کر کے مخاطب کرنا ایک ایسا امر ہے، جس سے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی اور بے ادبی ہونے کا بھی احتمال ہے جو سبب ہے ایذاء رسول کا۔ اگرچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے یہ وہم بھی نہیں ہو سکتا، کہ وہ بالقصد کوئی ایسا کام کریں جو آپ کی ایذاء کا سبب بنے، لیکن بعض اعمال وافعال جیسے تقدم اور رفع صوت اگرچہ بقصد ایذا نہ ہوں۔ پھر بھی ان سے ایذاء کا احتمال ہے۔ اس لئے ان کو مطلقاً

ممنوع اور معصیت قرار دیا ہے اور بعض معصیتوں کا خاصہ یہ ہوتا ہے کہ ان کے کرنے والے سے توبہ اور اعمال صالحہ کی توفیق سلب ہو جاتی ہے اور وہ گناہوں میں منہمک ہوکر انجام کار کفر تک پہنچ جاتا ہے۔ جو سبب ہے حبط اعمال کا اور کرنے والے نے چونکہ اس کا قصد نہ کیا تھا۔ اس لئے اسکو اس کی خبر بھی نہ ہوگی کہ اس ابتلاء کفر اور حبط اعمال کا اصل سبب کیا تھا۔ اب مندرجہ ذیل باتوں پر غور کریں۔

(۱) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آواز بلند کرنے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک حق یعنی ادب وعظمت میں کمی ہو جانے کا احتمال تھا۔ احتمال اس لئے کہ آواز بلند کرنا ہمیشہ ناگواری کا باعث نہیں ہوا کرتا۔ بلکہ کبھی اس سے ناگواری ہوتی ہے، کبھی نہیں ہوتی۔

(۲) آواز بلند کرنے میں حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کی طرف سے بے ادبی کرنے کی نیت ہونے کا کوئی وہم بھی نہیں کر سکتا۔

(۳) آواز بلند کرنے کی ضرورت دینی فائدے کے لئے ہوئی کہ ہر شخص اپنی ذات کے لئے نہیں، بلکہ دینی فائدے کے لئے دوسرے پر زور ڈالتا تھا اس میں دینی جذبہ اور دینی مصلحت کے جذبہ میں ایک عام ادب کا خیال نہیں رہا۔

(۴) اس بات کا لحاظ نہ رکھنے کی بھول حضرات شیخین رضی اللہ عنہما سے ہوئی جن کا مرتبہ انبیاء علیہم السلام کے بعد بالاتفاق تمام انسانوں سے افضل ہے لیکن اللہ پاک نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق میں ادنیٰ لاپرواہی

پران بڑے حضرات کو بھی معاف نہیں فرمایا۔ بلکہ ایسی خطرناک وعید فرمائی جو کفر پر ہوا کرتی ہے۔ کیونکہ اللہ کے حبیب ہونے کا مطلب ایک خاص محبت کے ساتھ اللہ کا محبوب ہونا ہے جو کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے ساتھ مخصوص ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے امت پر بہت سے حقوق ہیں۔ مثلاً انکو اللہ کا سچا رسول ماننا۔ ان کی اتباع کرنا۔ ان سے سب سے زیادہ محبت کرنا، انکا ادب کرنا ان پر درود وسلام بھیجنا وغیرہ۔ لیکن ان کے سامنے زور سے بولنا ایک ایسی معمولی درجہ کی بے ادبی تھی۔ جو بعض وقت بے ادبی میں شمار نہیں ہوتی چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ آیت کے نازل ہونے سے پہلے اپنے سامنے زور سے بولنے کو کبھی بھی منع نہیں فرمایا۔ کیونکہ اپنے متعلق ایسے آداب کی تعلیم دینے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حیا مانع ہوتی تھی۔ جس اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں :

" ان ذلکم کان یؤذی النبی فیستحیی منکم واللہ لا یستحیی من الحق "

حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو اپنے بارے میں ایذاء گوارہ فرما لیتے تھے، لیکن حیا کی وجہ سے اظہار نہیں فرماتے تھے اور عام طور پر اتنی سی بات کہ آواز بلند کرنا بے ادبی ہے۔ شاید عام طور پر سمجھا بھی نہ جاتا ہو گا۔ ورنہ حضرات شیخین رضی اللہ عنہما سے یہ واقعہ سرزد نہ ہوتا۔ یہاں ایک جملہ معترضہ یہ بھی ہے کہ شاید حضرات شیخین رضی اللہ عنہما سے اس لطیف ادب کا ذہول تکوینی طور پر کرایا گیا ہوتا کہ سب کو معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کے معاملہ میں کسی بڑے سے بڑے

کی معمولی کوتاہی اور وہ بھی بلا شعور اور دینی مصلحت کے جذبہ سے سرزد ہونے پر بھی معاف نہیں فرماتا۔

یہ ڈانٹ اگر عام دیہاتی مسلمان کے معاملہ میں ہوتی تو اس کا دنیا پر وہ اثر نہ ہوتا جو حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کی وجہ سے ہوا کہ ایک سناٹا چھا گیا تھا۔ جس کی کچھ تفصیل رسالہ میں گزر چکی۔

اسی طرح حدیث پاک لا یؤمن احدکم۔ (الحدیث) میں صاف صاف اور دو ٹوک جواب کسی عام آدمی کے متعلق نہیں ہے، بلکہ ان حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق ہے جو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بعد اُمت میں سب سے بلند مرتبہ پر فائز ہونے والے تھے۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی دینی خدمات۔ فضائل اور خصوصیات جو بعد میں ظاہر ہوئیں۔ وہ سب وضاحت کے ساتھ قرآن و حدیث سے ثابت اور تاریخ میں دنیا پر ایسی روشن ہیں کہ غیر مسلم بھی انکار نہیں کر سکتے۔ یہاں زیر بحث مسئلہ کی مناسبت سے ان کے اسلام لانے کے وقت کا اور ان کے اسلام کے ابتدائی دور کا کچھ حال لکھا جاتا ہے۔ حضرت مولانا عبدالشکور لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب خلفائے راشدین سے مختصر طور پر چند باتیں نقل کرتا ہوں:

(۱) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اسلام لانا بھی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک معجزہ تھا۔ کئی روز سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دعائیں مانگ رہے تھے کہ یا اللہ دین اسلام کو عمر بن خطاب سے عزت دے۔

(۲) جب آپ مسلمان ہونے کے لئے حاضر ہوئے تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے چند قدم اپنی جگہ سے چل کر معانقہ کیا اور ان کے سینہ پر تین مرتبہ

ہاتھ پھیر کر دعا دی کہ اے اللہ ان کے سینہ سے کینہ و عداوت نکال دے اور (سینہ کو) ایمان سے بھر دے۔

③ پھر جبریل امین علیہ السلام مُبارک باد دینے کے لئے آئے کہ یارسول اللہ اس وقت آسمان والے ایک دوسرے کو حضرت عمر کے اسلام لانے کی خوشخبری سُنا رہے ہیں۔

④ ان کے مسلمان ہوتے ہی مسلمانوں نے اعلان کے ساتھ کعبہ میں نماز پڑھی جبکہ پہلے چھپ کر نماز پڑھی جاتی تھی۔

⑤ بڑی شان سے ہجرت کی اور مجمع کفار کو مخاطب کر کے فرمایا کہ میں اسوقت ہجرت کر رہا ہوں۔ یہ نہ کہنا کہ عمر چھپ کر بھاگ گیا۔ جبکہ اس سے پہلے مسلمان چھپ کر ہجرت کرتے تھے۔

أب غور کریں: حضرت فاروق أعظم رضی اللہ عنہ کا یہ عرض کرنا کہ مجھے آپ سے سب چیزوں سے زیادہ محبت ہے بجز اپنی جان کے۔ اس کے جواب میں اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر صاف اور دو ٹوک فرما دیا کہ:

"ایماندار نہ ہو گے، جب تک کہ میرے ساتھ اپنی جان سے بھی زیادہ محبت نہ رکھو گے۔"

اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ:

"اب تو آپ کے ساتھ اپنی جان سے بھی زیادہ محبت معلوم ہوتی ہے۔"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

"أب پورے ایماندار ہوئے۔ اے عمر!"

اس جملہ کا مطلب کہ اب پورے ایماندار ہوئے۔ اے عمر! حضرت حکیم الأمت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے مواہب سے نقل فرمایا کہ:

"بس اب بات ٹھیک ہوئی"

(اس معاملہ میں حضرت حکیم الأمت رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد کہ عمر رضی اللہ عنہ نے اول غور نہیں کیا تھا۔ الخ اور اس معاملہ میں لوگوں کو شبہ ہو جانے کی وجہ میں حضرت شیخ الحدیث کے والد رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر گزر چکی اسکو ملحوظ رکھیں)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ ٹھیک جواب اس وقت ہوا، جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھاکر زور سے ارشاد فرمایا کہ: "ایماندار نہ ہو گے" اب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنی غلط فہمی اور وہم پر تنبیہ ہوا اور غور کیا تو انہوں نے بھی قسم کھاکر اصل حقیقت ظاہر فرما دی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تصدیق فرما دینے پر مطمئن ہو گئے۔

احقر کو یہاں یہ دکھلانا مقصود ہے کہ محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ کتنا ضروری اور نازک ہے کہ اس میں ادب والے معاملہ کی طرح (جس کی تفصیل اوپر گزر چکی) حضرت فاروق اعظم جیسے کی بھی ذرا پرواہ نہیں کی گئی دین کے لئے اتنے اہم آدمی کے ٹوٹنے کی کوئی فکر نہیں کی گئی۔ ان کو یہ بھی نہیں فرمایا گیا کہ "میاں سوچ کر کہو کیا کہتے ہو" ایسی بات ہرگز نہیں۔ آپ تو بڑے آدمی ہیں۔ محبت کی یہ مطلوبہ حالت تو میرے سامنے ایمان لانے والے عام آدمی کو بھی حاصل ہو جاتی ہے۔ تمہارے اوپر تو پہلے دن سے ہی خصوصی توجہ ہے

دعا اور توجہ سے تمہارے سینہ کو ایمان سے بھر دیا تھا۔ تمہارا یہ کہنا محض وہم ہے جس کی وجہ تمہارا خوف ہے۔ عشق است وہزار بدگمانی۔ تمہارا یہ خطرہ تو میرے ساتھ تمہارے عشق کی علامت ہے۔ وغیرہ وغیرہ رعایت اور تسلی کا کوئی جملہ نہیں فرمایا گیا۔ بلکہ قسم کھا کر صاف فرما دیا کہ " ایماندار نہ ہوگے "

یہ ارشاد اور یہ فیصلہ وحی غیر متلو (حدیث پاک) کی حیثیت سے تمام امت کو پہنچ گیا۔ اگر یہ واقعہ کسی عام مسلمان کے ساتھ پیش آتا تو اتنی اہمیت نہ ہوتی۔ شاید اسی لئے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے اس وقت تکوینی طور پر عدم تدبر کرایا گیا ہو تاکہ اس محبت کی اہمیت پوری طرح واضح ہو جائے۔

محبت اور بُغض کا تلازم (بہت ہی اہم بات ہے)

اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت والوں کے لئے میرا رسالہ " محبت " میں " محبت اور نفرت کے تلازم " کے عنوان سے ایک مفصل مضمون ہے۔ اسکو ضرور مطالعہ کریں۔ یہاں صرف گزشتہ مضمون کی مناسبت سے ایک اہم نکتہ بیان کیا جاتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب و احترام کے بارے تفصیل جو گزر چکی کہ اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی حضوری میں حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کے محض اونچا بولنے کو اتنا عظیم جرم قرار دیا گیا کہ اس پر حبط اعمال کی وعید قرآن پاک میں سُنا دی گئی۔ لیکن حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر بغض رکھنے کے معاملہ میں بروایت بخاری شریف صلح حدیبیہ کے موقعہ پر انہیں صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بالکل سامنے عروہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو (جو بعد میں مسلمان ہوئے تھے) جبکہ وہ کفار کی طرف سے بطور سفیر گفتگو کر رہے تھے، اور

سفارتی گفتگو میں نرمی اور اکرام کو ملحوظ رکھا جاتا ہے۔ اس نے اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بزدل کہدیا تو یہ سنکر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یوں کہا: "امصص بذر اللات" جس کا ترجمہ اردو میں اس طرح ہے کہ تو اپنے بُت لات کی شرمگاہ کو چوس، غور فرمائیں! کہ ایک طرف تو حضرات شیخین رضی اللہ عنہم کی ایک دینی گفتگو میں آواز بلند کرنے پر جس کو عام طور پر بے ادبی نہیں سمجھا جاتا۔ سخت وعید آگئی اور یہاں ایک گالی جو اونچا بولنے کے مقابلے میں سخت بے باکی ہے اور جو سید الکونین، سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دی گئی کو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی مدح میں اور عشق و محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بیان کیا جاتا ہے۔ اس نوع کے صحابہ کرام کے بے شمار واقعات ہیں۔ بلکہ ان کی پوری زندگی اسی بغض اور حُب کی آئینہ دار ہے۔ آجکل اللہ تعالیٰ جل شانہٗ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بغض کو بُرا سمجھا جا رہا ہے اور باطل سے صلح کی مدح کی جا رہی ہے۔ جو صراحۃً ایمان کے خلاف نفاق کی علامت ہے۔ ایسوں کی محبت کا عقلاً و شرعاً کوئی اعتبار نہیں۔

الحمد للہ یہ رسالہ ایمان کی ایک دستاویز اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے محبت سے شروع ہوا، اور ایمان کی دوسری دستاویز اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بُغض پر ختم ہوا۔ اللہ تعالیٰ ہمارا خاتمہ کامل ایمان پر کرے۔ آمین!

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد

یاد رہے کہ حضور سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب اور احترام دین کا ایک شعبہ اور حصہ نہیں، بلکہ دین کا دوسرا نام ہے۔ اگر وقار اور احترام ہے تو دین موجود

ہے۔ ورنہ دین ہرگز نہیں۔ حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا:

"سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی یہ اللہ تعالیٰ کے دین کے بالکل خلاف ہے، کیونکہ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس کے درپے ہونے سے احترام اور تعظیم بالکل ساقط ہو جاتا ہے۔ جس سے رسالت کے احکام ساقط ہو جاتے ہیں اور دین باطل ہو جاتا ہے۔ اس لئے امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح و ثناء تعظیم اور توقیر ہی پر سارے دین اسلام کا قیام ہے اور اس احترام اور توقیر کے نہ ہونے سے سارا دین ختم ہو جاتا ہے۔" (الصارم ۲۰۴)

بحوالہ کتاب: "با محمد با وقار" (صلی اللہ علیہ وسلم)

مؤلفہ حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب دامت برکاتہم

یہ کتاب اس موضوع پر بہت ہی اہم ہے، ضرور مطالعہ فرمائیں!!

سارے کتابچہ اور تحریر کا مقصد یہ ہے کہ

ہم کو آداب شرع کے ساتھ بہت فکر سے ادب و محبت اور حقوق کا پاس کرنا چاہیئے اور اس کو حاصل کرنے کے اسباب اختیار کرنا چاہیئے اور اس کے خلاف ہر بات سے بچنا چاہیئے۔ اس کے لئے جیسا کہ پہلے گزر چکا۔ اللہ جل شانہٗ اور رسول کے عشاق کی صحبت میں اپنا تزکیہ کروانا چاہیئے یا محبت و ادب پیدا کرنے والی کتب خصوصاً رسالہ فضائل درود شریف کو مطالعہ میں رکھنا چاہیئے اور کم از کم چالیس ماثورہ درود و سلام کا مقبول وظیفہ جو آگے درج ہے کو اپنا معمول بنائیں اور یہی مقبول وظیفہ خوبصورت جیبی سائز میں جلی قلم سے لکھا ہوا علیحدہ بھی ملتا ہے جو

احقر سے بھی ہدیۃً طلب کیا جا سکتا ہے۔

درُود شریف کے صیغے

یُوں تو مشائخ کرام سے صد ہا صیغے اس کے منقول ہیں۔ دلائل الخیرات اس کا ایک نمونہ ہے۔ مگر اس مقام پر صرف جو صیغے صلوٰۃ وسلام کے احادیث مرفوعہ حقیقیۃً یا حکمیہ میں وارد ہیں۔ اُن میں سے چالیس صیغے مرقوم ہوتے ہیں جن میں ۲۵ صلوٰۃ اور ۱۵ سلام کے ہیں۔ گویا یہ مجموعہ درود شریف کی چہل حدیث ہے جس کے باب میں بشارت آئی ہے کہ جو شخص امرِ دین کے متعلق چالیس حدیثیں میری اُمت کو پہنچا دے۔ اس کو اللہ تعالیٰ زمرہ علماء میں محشور فرمائیں گے اور میں اس کا شفیع ہوں گا۔ درُود شریف کا امرِ دین سے ہونا بوجہ اس کے مامور بہ ہونے کے ظاہر ہے تو ان احادیث شریف کے جمع کرنے سے مضاعف ثواب (اجر درُود واجر تبلیغ چہل حدیث) کی توقع ہے۔ ان احادیث سے قبل دو صیغے قرآن مجید سے تبرکاً لکھے جاتے ہیں۔ جو اپنی عموم لفظی سے صلوٰۃ نبویہ کو بھی شامل ہیں اور ان احادیث کے بعد تین صیغے، دو صحابی سے ایک تابعی سے مرقوم ہوں گے۔ اب یہ سب مل کر ۴۵ صیغے ہیں۔ اگر کوئی شخص ان سب صیغوں کو روزانہ پڑھ لیا کرے تو تمام فضائل و برکات جو جُدا جُدا ہر صیغے کے متعلق ہیں۔ بتمامہا اس شخص کو حاصل ہو جاویں

صیغۂ قرآنی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سلامٌ علیٰ عبادہِ الذین اصطفیٰ

سلامٌ علی المرسلین

(القرآن الحکیم)

چہل حدیث مشتمل بر صلوٰۃ وسلام

صِیَغِ صلوٰۃ

حدیث ١

اَللّٰھم صل علی محمدٍ
وَعلیٰ اٰلِ محمدٍ وَ انزلہُ
المقعدَ المقرّبَ عِندکَ

حدیث ٢

اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِہِ الدَّعوۃِ
القَآئِمۃِ وَ الصَّلوٰۃِ النَّافِعَۃِ
صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ وَّ ارضَ
عَنِّی رِضًا لاَّ تَسخَطُ بَعدَہٗ اَبَدًا۔

حدیث ٣

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ
عَبدِکَ وَ رَسُولِکَ وَصَلِّ
عَلَی المُؤمِنِینَ وَ المُؤمِنَاتِ
وَالمُسلِمِینَ وَ المُسلِمَاتِ

حدیث ٤

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ
وَّعَلیٰ اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّ بَارِکْ
عَلیٰ مُحَمَّدٍ وَّعَلیٰ اٰلِ مُحَمَّدٍ
وَّ ارحَمْ مُحَمَّدًا وَّاٰلَ مُحَمَّدٍ
کَمَا صَلَّیتَ وَ بَارَکتَ
وَ رَحِمتَ عَلیٰ اِبرَاھِیمَ
وَعَلیٰ اٰلِ اِبرَاھِیمَ اِنَّکَ
حَمِیدٌ مَّجِیدٌ۔ (بیہقی)

حدیث ٥

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ
وَّ عَلیٰ اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیتَ
عَلیٰ اٰلِ اِبرَاھِیمَ اِنَّکَ حَمِیدٌ
مَّجِیدٌ، اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلیٰ
مُحَمَّدٍ وَّ عَلیٰ اٰلِ مُحَمَّدٍ
کَمَا بَارَکتَ عَلیٰ اٰلِ اِبرَاھِیمَ
اِنَّکَ حَمِیدٌ مَّجِیدٌ۔ (متفق علیہ)

حدیث ٦

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ
وَّعَلیٰ اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیتَ
عَلیٰ اٰلِ اِبرَاھِیمَ اِنَّکَ حَمِیدٌ
مَّجِیدٌ وَ بَارِکْ عَلیٰ مُحَمَّدٍ
وَّعَلیٰ اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکتَ

عَلٰى اٰلِ إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔ (مسلم شریف)

٧

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔

٨

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ. وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔ (نسائی)

٩

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔ (ابوداؤد)

١٠

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اٰلِ إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔ (ابوداؤد)

١١

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اٰلِ إِبْرَاهِيْمَ وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اٰلِ إِبْرَاهِيْمَ فِي الْعَالَمِيْنَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔

١٢

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّأَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّتِهٖ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اٰلِ إِبْرَاهِيْمَ وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّأَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّتِهٖ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اٰلِ إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔ (مسند شریف)

(١٢)

أَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى أَزْوَاجِهٖ وَ ذُرِّيَّتِهٖ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اٰلِ إِبْرَاهِيْمَ وَ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى أَزْوَاجِهٖ وَ ذُرِّيَّتِهٖ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اٰلِ إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔ (مسلم شريف)

(١٣)

أَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدِنِ النَّبِيِّ وَ أَزْوَاجِهٖ أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ ذُرِّيَّتِهٖ وَ أَهْلِ بَيْتِهٖ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔ (ابوداؤد)

(١٤)

أَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ إِبْرَاهِيْمَ وَ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ، وَ تَرَحَّمْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا تَرَحَّمْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ إِبْرَاهِيْمَ (حاكم)

(١٥)

أَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ. أَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ وَ عَلٰى اٰلِ إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ. أَللّٰهُمَّ تَرَحَّمْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا تَرَحَّمْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ، أَللّٰهُمَّ تَحَنَّنْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا تَحَنَّنْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ. أَللّٰهُمَّ سَلِّمْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا سَلَّمْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔ (سعایہ)

(١٦)

أَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ

وَ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ ، وَ بَارِكْ
وَسَلِّمْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی
اٰلِ مُحَمَّدٍ. وَ ارْحَمْ مُحَمَّدًا
وَ اٰلَ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ
وَبَارَكْتَ وَ تَرَحَّمْتَ عَلٰی
اِبْرَاهِيْمَ وَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ
فِي الْعٰلَمِيْنَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ
مَجِيْدٌ. (مسلم)

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ
وَ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ
عَلٰی اِبْرَاهِيْمَ وَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ
اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَجِيْدٌ، اَللّٰهُمَّ
بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی اٰلِ
مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰی
اِبْرَاهِيْمَ وَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ
اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَجِيْدٌ. (بخاری)

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ
عَبْدِكَ وَ رَسُوْلِكَ كَمَا صَلَّيْتَ
عَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ وَ بَارِكْ عَلٰی
مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ
كَمَا بَارَكْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ.
[illegible]

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِ النَّبِيِّ
الْاُمِّيِّ وَ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا
صَلَّيْتَ عَلٰی اِبْرَاهِيْمَ وَ بَارِكْ
عَلٰی مُحَمَّدِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ
كَمَا بَارَكْتَ عَلٰی اِبْرَاهِيْمَ
اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَجِيْدٌ. (نسائی)

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ
عَبْدِكَ وَ رَسُوْلِكَ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ
وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ ، اَللّٰهُمَّ صَلِّ
عَلٰی مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ
صَلٰوةً تَكُوْنُ لَكَ رِضًی وَ لَهٗ
جَزَآءً وَ لِحَقِّهٖ اَدَآءً. وَ اَعْطِهِ
الْوَسِيْلَةَ وَ الْفَضِيْلَةَ وَ الْمَقَامَ
الْمَحْمُوْدَ الَّذِيْ وَعَدْتَّهٗ
وَ اجْزِهٖ عَنَّا مَا هُوَ اَهْلُهٗ
وَ اجْزِهٖ اَفْضَلَ مَا جَازَيْتَ
نَبِيًّا عَنْ قَوْمِهٖ وَ رَسُوْلًا عَنْ
اُمَّتِهٖ. وَ صَلِّ عَلٰی جَمِيْعِ
اِخْوَانِهٖ مِنَ النَّبِيِّيْنَ وَ الصّٰلِحِيْنَ
يَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِيْنَ. [illegible]

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِ النَّبِيِّ

الْأُمِّيِّ وَعَلَىٰ آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا
صَلَّيْتَ عَلَىٰ إِبْرَاهِيْمَ وَعَلَىٰ
آلِ إِبْرَاهِيْمَ، وَبَارِكْ عَلَىٰ
مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ وَعَلَىٰ
آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلَىٰ
إِبْرَاهِيْمَ وَعَلَىٰ آلِ إِبْرَاهِيْمَ
إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔ (بیہقی، مسند معجم)

٣٣

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَىٰ مُحَمَّدٍ
وَّعَلَىٰ أَهْلِ بَيْتِهِ كَمَا صَلَّيْتَ
عَلَىٰ إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ
اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَيْنَا مَعَهُمْ،
اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلَىٰ مُحَمَّدٍ
وَّعَلَىٰ أَهْلِ بَيْتِهِ كَمَا بَارَكْتَ
عَلَىٰ إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ
اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلَيْنَا مَعَهُمْ،
صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَصَلَوَاتُ
الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَىٰ مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ
الْأُمِّيِّ۔ (دارقطنی)

٣٤

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ صَلَوَاتِكَ
وَرَحْمَتَكَ وَبَرَكَاتِكَ
عَلَىٰ مُحَمَّدٍ وَّعَلَىٰ آلِ مُحَمَّدٍ
كَمَا جَعَلْتَهَا عَلَىٰ آلِ إِبْرَاهِيْمَ
إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ، وَبَارِكْ
عَلَىٰ مُحَمَّدٍ وَّعَلَىٰ آلِ مُحَمَّدٍ
كَمَا بَارَكْتَ عَلَىٰ إِبْرَاهِيْمَ
وَعَلَىٰ آلِ إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ
حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔ (مسلم)

٣٥

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ۔ (نسائی)

صِيَغُ السَّلَامِ

١

اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ
وَالطَّيِّبَاتُ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ
أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ
وَبَرَكَاتُهُ، اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا
وَعَلَىٰ عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ،
أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ
وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ
وَرَسُوْلُهُ۔ (بخاری، مسلم، نسائی)

٢

اَلتَّحِيَّاتُ الطَّيِّبَاتُ الصَّلَوَاتُ
لِلّٰهِ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا
النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ
اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَىٰ عِبَادِ اللّٰهِ
الصَّالِحِيْنَ، أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ
إِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا

عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ ۔ (مسلم، نسائی)

اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ الطَّيِّبَاتُ
الصَّلَوَاتُ لِلّٰهِ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ
اَيُّهَا النَّبِيُّ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ
وَ بَرَكَاتُهٗ. اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا
وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ
اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ
لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ اَنَّ
مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ ۔ (نسائی)

اَلتَّحِيَّاتُ الْمُبَارَكَاتُ الصَّلَوَاتُ
الطَّيِّبَاتُ لِلّٰهِ، سَلَامٌ عَلَيْكَ
اَيُّهَا النَّبِيُّ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ
وَبَرَكَاتُهٗ، سَلَامٌ عَلَيْنَا
وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ
اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ
وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ
وَ رَسُوْلُهٗ ۔ (نسائی شریف)

بِسْمِ اللّٰهِ وَ بِاللّٰهِ، اَلتَّحِيَّاتُ
لِلّٰهِ وَ الصَّلَوَاتُ وَ الطَّيِّبَاتُ
اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ
وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُهٗ.
اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَ عَلٰى عِبَادِ
اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ، اَشْهَدُ اَنْ لَّآ
اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا
عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ، اَسْأَلُ اللّٰهَ
الْجَنَّةَ وَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ النَّارِ
(نسائی)

اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ الزَّاكِيَاتُ لِلّٰهِ
الطَّيِّبَاتُ الصَّلَوَاتُ لِلّٰهِ
اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ
وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُهٗ
اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَ عَلٰى عِبَادِ
اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ. اَشْهَدُ اَنْ لَّآ
اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا
عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ ۔ (ترمذ)

بِسْمِ اللّٰهِ وَ بِاللّٰهِ خَيْرِ الْاَسْمَآءِ
اَلتَّحِيَّاتُ الطَّيِّبَاتُ الصَّلَوَاتُ
لِلّٰهِ. اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ
وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ
اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ
اَرْسَلَهٗ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَ نَذِيْرًا،
وَاَنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا،
اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ
وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُهٗ. اَلسَّلَامُ

عَلَيْنَا وَ عَلٰى عِبَادِ اللهِ الصَّالِحِيْنَ
اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ وَ اهْدِنِيْ۔

اَلتَّحِيَّاتُ الطَّيِّبَاتُ وَالصَّلَوَاتُ
وَ الْمُلْكُ لِلّٰهِ. اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ
أَيُّهَا النَّبِيُّ وَ رَحْمَةُ اللهِ
وَ بَرَكَاتُهٗ۔

بِسْمِ اللهِ، اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ
الصَّلَوَاتُ لِلّٰهِ لِلزَّاكِيَاتُ لِلّٰهِ
اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ وَ رَحْمَةُ
اللهِ وَ بَرَكَاتُهٗ. اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا
وَعَلٰى عِبَادِ اللهِ الصَّالِحِيْنَ
شَهِدْتُ أَنْ لَّآ إِلٰهَ إِلَّا اللهُ
شَهِدْتُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللهِ

اَلتَّحِيَّاتُ الطَّيِّبَاتُ الصَّلَوَاتُ
الزَّاكِيَاتُ لِلّٰهِ، أَشْهَدُ أَنْ لَّآ إِلٰهَ
إِلَّا اللهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ
وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ
اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ
وَرَحْمَةُ اللهِ وَ بَرَكَاتُهٗ. اَلسَّلَامُ
عَلَيْنَا وَ عَلٰى عِبَادِ اللهِ الصَّالِحِيْنَ

اَلتَّحِيَّاتُ الطَّيِّبَاتُ الصَّلَوَاتُ
الزَّاكِيَاتُ لِلّٰهِ. أَشْهَدُ أَنْ لَّآ إِلٰهَ إِلَّا اللهُ
وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُ اللهِ
وَ رَسُوْلُهٗ. اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا
النَّبِيُّ وَ رَحْمَةُ اللهِ وَ بَرَكَاتُهٗ
اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَ عَلٰى عِبَادِ اللهِ
الصَّالِحِيْنَ۔

اَلتَّحِيَّاتُ الصَّلَوَاتُ لِلّٰهِ. اَلسَّلَامُ
عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَ رَحْمَةُ اللهِ
وَ بَرَكَاتُهٗ. اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا
وَعَلٰى عِبَادِ اللهِ الصَّالِحِيْنَ

اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ الصَّلَوَاتُ
الطَّيِّبَاتُ. اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ
أَيُّهَا النَّبِيُّ وَ رَحْمَةُ اللهِ، اَلسَّلَامُ
عَلَيْنَا وَ عَلٰى عِبَادِ اللهِ الصَّالِحِيْنَ
أَشْهَدُ أَنْ لَّآ إِلٰهَ إِلَّا اللهُ
وَ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ
وَ رَسُوْلُهٗ۔

اَلتَّحِيَّاتُ الْمُبَارَكَاتُ الصَّلَوَاتُ

اَلطَّيِّبَاتُ لِلّٰهِ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ
أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ
اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ
الصَّالِحِيْنَ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ
إِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا
رَسُوْلُ اللّٰهِ۔

بِسْمِ اللّٰهِ وَ السَّلَامُ عَلٰى
رَسُوْلِ اللّٰهِ۔ (مسک ختام)

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ
وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ
اَجْمَعِيْنَ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِيْنَ۔

محمد اقبال (اللہ اسکو معاف کرے)

ص۔ب ۱۱۰۱

مدینہ منورہ ۱۴۰۷/۳/۲۷